مُحدِّث

دار التالیف والترجمہ ریوڑی تالاب بنارس

★

عدد مسلسل ٦٥ ◎ شوال و ذی القعدہ ۱۴۰۸ھ ◎ جون ۱۹۸۸ء

AsliAhleSunnet.com

ماہنامہ محدث بنارس

شمارہ ۶ • ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ • جون ۱۹۸۸ء • جلد ۶

برگ و بار

۱۔ فلسطین: جہاں اسلامی عزائم بیدار ہو رہے ہیں
مولانا صفی الرحمن مبارکپوری ۲

۲۔ قرآن کریم کے بعض اسالیب — ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن
ترجمہ: محمد رضی الاسلام ندوی ۵

۳۔ عقیقہ: اور اس کے احکام۔ — غازی عزیر ۱۷

۴۔ ندائے فضلاء کے فتویٰ پر استدراک
(دوسری اور آخری قسط) — ابن شاکر عمری ۴۱

۵۔ زہد و تصوف: اسلام کی نظر میں: ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی ۴۷

۶۔ کابل میں ہندوستان کا غیر حقیقی کردار: کلدیپ نیر ۵۲

۷۔ حمد — عتیق اثر ۵۶

پتہ
دارالتالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱ جی، ریوڑی تالاب
وارانسی: 221010

بدل اشتراک
سالانہ: تیس روپے
فی پرچہ: تین روپے

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ راہ

فلسطین: جہاں اسلامی عزائم بیدار ہو رہے ہیں

ایک بار پھر سرزمین فلسطین کے مظلوم محکوموں کا لہو گرم ہو گیا ہے اور ان کے احتجاج کی شدت سے قبضہ گیر یہودیوں ہی نہیں، بلکہ حقوق انسانی کے مکار مغربی علمبرداروں کے ایوانوں پر بھی زلزلہ طاری ہے اور مسلسل چیرہ دستیوں کے منطقی نتائج کے تصور سے لرزہ براندام ہو کر اب اس حلقہ سے بھی ہلکے ہلکے سروں میں اعتراف جرم کی اکا دکا آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔ مگر ان کے پیچھے کوئی جذبۂ انصاف کارفرما نہیں، بلکہ محض اس دہکتے الاؤ کی شدت کم کرنے کا یہ ایک فنکارانہ حیلہ ہے، جو کامیابی سے ہمکنار ہوتا نظر نہیں آتا۔ دنیا نصف سال سے بھی زیادہ مدت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک عجیب وغریب مقابلے کا تماشہ دیکھ رہی ہے۔ قبضہ ومحکومی کی فضا میں آنکھیں کھولنے اور پرورش پانے والے بچے غلیلوں اور رسی کے پھندوں کے ذریعہ، ڈھیلے اور پتھروں سے، شیشے کے ٹکڑوں سے، جلتے ہوئے ٹائروں اور ڈنڈوں سے ایک ایسی ناقابلِ تسخیر، مسلح فوج پر یورش کر رہے ہیں جو جدید سے جدید تر اسلحہ سے لیس ہے۔ اور انھیں پوری بے دردی کے ساتھ استعمال بھی کر رہی ہے۔ مگر یورش ہے کہ رکتی نہیں۔ احتجاج ہے کہ ٹھہرتا نہیں۔ طوفان ہے کہ تھمتا نہیں۔ اس لیے یہودی سراسیمہ اور ان کے مغربی آقا متفکر ہیں۔

مگر احتجاج کی اس شدت و نوعیت سے کہیں زیادہ اس کی بنیاد اور اس کے پیچھے کارفرما جذبات نے یہودی قبضہ گیروں اور مغربی استعمار پسندوں کی نیند حرام کر رکھی ہے، کیونکہ دونوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ احتجاج کی موجودہ لہر کے پیچھے قومی اور وطنی جذبات کے بجائے دینی اور اسلامی جذبات کارفرما ہیں، چونکہ اسلام دشمنی ان دونوں قوموں کے خمیر میں مشترک طور پر شامل ہے اور اسلام کی ہیبت سے انھیں کوہسار دجو بیار دم بخود اور کانپتے اور تھرتھراتے ہیں، اس لیے جب سے ان کی قوتِ شامہ نے احتجاج کی موجودہ لہر کے پیچھے اسلامی جذبات کی بو محسوس کی ہے، ان کے اعصاب گہرے قلق واضطراب اور سخت ہیجانی اتھل پتھل کا شکار ہیں۔ چچا سام (امریکا) کی بھاگ دوڑ بھی

AsliAhleSunnet.com

اسی کا نتیجہ ہے، اور کو عرب حکمراں بھی اسی وجہ سے مہر بلب ہیں کہ اس احتجاج کی کامیابی ان کے ایوانوں پر بھی اپنے اثرات چھوڑ سکتی ہے۔ مگر احتجاج ہے کہ ان سارے اگر مگر سے بے نیاز اپنی رو پر چلا جارہا ہے۔ ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

فلسطینی قضیے سے کچھ عرصہ پہلے تک اس لیے مایوسی ہو رہی تھی کہ آزادی فلسطین کی تقریباً تمام ہی تنظیمیں، سوشلزم، کمیونزم اور وطنیت کی بنیادوں پر قائم تھیں، جس کا اثر یہ تھا کہ ان کے بیشتر افراد ملحدانہ افکار و خیالات کا برملا اظہار کرتے تھے، لینن، اسٹالن اور ہوچی منہ وغیرہ کے ناموں پر ان کے فوجی دستے موسوم تھے۔ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے اللہ کو برملا گالیاں دیتے اور برا بھلا کہتے تھے۔

مگر اب جو تحریک اٹھی ہے، اس پر اسلامیت کی چھاپ غالب ہے، اور ان کے اندر وطنی اور قومی جنگ کے بجائے اسلامی جہاد کے جذبات کروٹیں لے رہے ہیں۔ نئی پود میں اس خوش آئند تبدیلی بلکہ انقلاب کے اسباب یقیناً بہت وسیع ہیں مگر اس میں شام کے محدث دوراں علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کی تالیفات کے نتیجہ میں خالص اسلام کی طرف بے لوث واپسی کی جو عالمی تحریک ابھر پڑی ہے اس کے اثرات بہت زیادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحریک میں بڑی بڑی داڑھیوں اور ٹخنے سے اوپر کپڑا پہننے والے نوجوان اور برقع پوش خواتین پیش پیش ہیں اور قائدانہ رول ادا کر رہے ہیں ان کے اقدامات سیاسی بازیگری کے مخلصانہ جہاد کا ایک حصہ ہیں، اور ان کی تنظیموں کے جو نام منظر عام پر آئے ہیں، وہ کچھ اس طرح ہیں۔ تحریک مجاہدین اسلام، اسلامی دستہ، تنظیم جہاد اسلامی، سرایائے جہاد اسلامی وغیرہ۔

ان تنظیمات بالخصوص سرایائے جہاد اسلامی نے بعض مواقع پر اپنے بیانات بھی نشر کیے ہیں، جن سے ان کا نقطہ نظر دائرۂ کار اور طریق کار واضح ہوتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

- اسلامی جہاد کی تنظیم فلسطین سے باہر کسی بین الاقوامی تنظیم کا کوئی حصہ نہیں۔ بیروت میں ہونے والی دہشت گردی اور بعض مغربی افراد کے اغواء کے ذمہ داروں نے اپنے آپ کو اس تنظیم کی طرف جو منسوب کیا ہے وہ قطعی غلط اور فریب کاری ہے۔ یہ تنظیم اپنی سرگرمیاں صرف فلسطین پر مرکوز کئے ہوئے ہے اور اس کا بنیادی مقصد سرزمین فلسطین کی آزادی ہے باہر کی دنیا سے اسے کوئی سروکار نہیں۔
- اس تنظیم کی کارروائیوں کا نشانہ براہ راست اسرائیلی فوج اور اس کی فوجی تنصیبات ہیں، اسرائیلی شہری اور ان کے کاروباری یا غیر کاروباری ادارے اور شہری ٹھکانے اس کے حملوں سے قطعی طور پر محفوظ رہیں گے۔

AsliAhleSunnet.com

البتہ اگر ان اداروں یا ٹھکانوں کا اسرائیلی فوج سے براہِ راست تعلق ہوگا تو انھیں بھی نہیں بخشا جائے گا۔

- اگر اس جیسی کوئی تنظیم فلسطین کے حدود سے باہر پائی جاتی ہو تو اس سے اس تنظیم کا کوئی ربط و تعلق نہیں ہوگا بلکہ یہ تنظیم اپنی تمام تر سرگرمیاں حدود فلسطین کے اندر محصور رکھے گی۔
- یہ تنظیم کسی بھی دوسری فلسطینی تنظیم سے — خواہ وہ دوسری تنظیم اسلامی ہو یا سیکولر — نہیں ٹکرائے گی، البتہ اسرائیل سے جنگ لڑنے کے لیے اس کے دروازے ہر تنظیم پر کھلے ہیں، جس تنظیم کے افراد چاہیں اس میں شامل ہو کر دشمن سے جنگ کر سکتے ہیں۔

یکم اگست ۱۹۸۷ء کو اس تنظیم کی طرف سے جو بیان بیروت کے اخبارات میں شائع ہوا تھا، اس میں ایک تشویشناک جملہ یہ بھی ہے کہ "مقبوضہ سرزمین کے اسلامی مجاہدین اللہ رب العزت سے خود اپنے لوگوں کے ظلم کے شاکی ہیں کہ یہ دشمن کے ظلم سے بھی زیادہ گراں اور سنگین ہوا کرتا ہے۔ دشمن کی جیلوں میں ہمارے قیدی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہماری جنگی کارروائیاں زور پکڑ رہی ہیں، ہماری فوجی مقاومت برابر جاری ہے۔ اور الحمد للہ ہماری تاریخ اور ہمارا ماضی بالکل صاف اور روشن ہے۔ اس میں صرف شہداء کے خون کی سرخی شامل ہے۔ ہماری لائن قرآن کریم اور سنت مطہرہ کی طرح بالکل واضح ہے۔ عالمی ذرائع ابلاغ نے مقبوضہ فلسطین میں "ابھرتی اور بڑھتی اسلام بنیاد پرستی" پر اس قدر شور برپا کر رکھا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اس کے باوجود ہم اسلامی مدد اور تعاون سے محروم ہیں۔ ہمارے شہیدوں، زخمیوں اور قیدیوں کے معاملات پر توجہ نہیں کی جا رہی ہے، اور ہم منصوبہ بندی اور مشوروں سے بھی محروم ہیں" (الدستور ۸/۱۲/۱۹۸۷ء)

بیان کا یہ ٹکڑا پکار پکار کر مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلا رہا ہے۔ کاش ہم اس نازک مرحلے میں اپنا فرض پہچانتے اور زر پرستی کو اپنا شعار بنا کر اپنے ہاتھوں اپنی قبر نہ کھودتے: وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ۚ ان اللہ یحب المحسنین ○ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو۔ بیشک اللہ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے ——— بہرحال اب جبکہ اس تحریک مقاومت میں اسلامی روح بیدار ہو رہی ہے تو ہماری امیدیں بھی فزوں تر ہو گئی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلسطین کو اسی طرح یہود اور ان کے آقاؤں کے قبرستان میں بدل دے، جس طرح روس کو افغانستان میں اپنے فوجیوں کی سڑتی ہوئی لاشیں چھوڑ کر ذلت آمیز پسپائی اختیار کرنی پڑی ہے۔ آمین

دل مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے   وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں

AsliAhleSunnet.com

قرآن کریم کے بعض اسالیب

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی
پروفیسر مطالعات قرآنی، شعبہ دینیات، جامعہ القرویین، مغرب

عربی سے ترجمہ: محمد رضی الاسلام ندوی
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

(۱) فاعل سے استغناء: بیان قرآنی کے، توجہ مبذول کرنے والے اسلوبیاتی مظاہر میں سے ایک "فاعل سے استغناء" ہے۔ یہ مظہر ہمارے مطالعات اور کتابوں میں مخالفت اور منتشر ابواب میں بکھرا ہوا ہے، جس سے اس کا راز آشکارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ تم علم الصرف میں فعل مجہول کے بنی ہونے کی کیفیت اور مطاوعت کے صیغے پڑھوگے، علم نحو میں نائب فاعل کے احکام پڑھوگے۔ اور فاعل کیوں محذوف ہوا؟ اور اس کا فعل مبنی بر مجہول کیوں ہے؟ یہ دوسرا موضوع ہے جسے تم دوسرے علم ـ علم معانی ـ میں پڑھوگے۔ جو اعراب سے الگ ہے۔ چنانچہ اس اعراب کا شمار صنعت میں ہوتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ اصل معنی میں سے ہے اسی طرح تم علم البیان میں مجازاً فعل کی غیر فاعل کی طرف نسبت کے بارے میں پڑھوگے۔

میرے علم کی حد تک عربی زبان کے علماء میں سے کسی نے یہ کوشش نہیں کی کہ اس اسلوبیاتی مظہر کے منتشر حصوں کو یکجا کرے تاکہ وہ راز آشکارا ہو جس کی وجہ سے عربی زبان میں فاعل سے استغناء ہو جاتا ہے اور فعل کی نسبت بناء بر مجہول، مطاوعت اور اسناد مجازی کے ذریعہ غیر فاعل کی طرف کی جاتی ہے۔

مجھے قرآن میں فاعل سے استغناء کے مظہر کے بکثرت ہونے کی طرف توجہ قیامت کی آیات سے ہوئی۔ ان میں یہ مظہر دو صورتوں میں ہے۔ یا تو فعل کے مبنی بر مجہول ہونے کی صورت میں جیسے مندرجہ ذیل آیات میں:

الحاقہ ۱۳-۱۴: فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ، وحملت الارض والجبال، فدکتا

AsliAhleSunnet.com

دکۃ واحدۃ

الواقعہ: ۴ - ۵ : اذا رجت الارض رجا، وبست الجبال بسا

النبا : ۱۸-۲۰ : یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا، وفتحت السماء فکانت ابوابا، وسیرت الجبال فکانت سرابا

الفجر: ۲۱ : کلا اذا دکت الأرض دکا دکا

الفجر: ۲۳ وجیئ یومئذ بجھنم یومئذ یتذکر الانسان وانی له الذکری

المرسلات: ۸-۱۰: فاذا النجوم طمست، واذا السماء فرجت، واذا الجبال نسفت،

التکویر: ۱-۱۴ اذا الشمس کورت، واذا النجوم انکدرت، واذا الجبال سیرت واذا العشار عطلت، واذا الوحوش حشرت واذا البحار سجرت واذا النفوس زوجت واذا الموؤدۃ سئلت، بای ذنب قتلت، واذا الصحف نشرت واذا السماء کشطت واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت، علمت نفس ما احضرت،

العادیات: ۹: ۱۱: افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصدور، ان ربھم بھم یومئذ لخبیر

ساتھ ہی دیکھیے وہ تمام آیات جن میں صور میں پھونکے جانے کا تذکرہ ہے۔ ان میں فعل ماضی ہو یا مضارع، دونوں صورت میں مبنی برمجہول ہے: الکہف: ۹۹، المومنون: ۱۰۱، یٰس: ۵۱، الزمر: ۶۸، ق: ۲۰، الحاقہ: ۲۳، الانعام: ۷۳، طٰہٰ: ۱۰۲، النمل: ۸۷، النبا: ۱۸

یا صورت یہ ہے کہ بیان قرآنی آخرت کے موقعے میں فاعل کے ذکر سے بے نیاز ہے اور مطاوعۃً یا مجازاً اس کی نسبت غیر فاعل کی طرف کی گئی ہے، جیسے ذیل کی آیات میں:

القمر: ۱: اقتربت الساعۃ وانشق القمر

الرحمٰن: ۳۷: فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان

الانفطار: ۱-۲: اذا السماء انفطرت، واذا الکواکب انتثرت

الانشقاق: ۱-۴: اذا السماء انشقت، واذنت لربھا وحقت، واذا الارض مدت والقت

AsliAhleSunnet.com

ما فیہا وتخلت "

ق : ۴۴ : یوم تشقق الارض عنہم سراعا

الطور : ۹، ۱۰ : یوم تمور السّماء مورآ و تسیر الجبال سیرًا

الدخان : ۱۰ فارتقب یوم تاتی السّماء بِدُخان مبین -

القیامہ : ۷، ۱۰ : فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر ، یقول الانسان یومئذ این المفر -

الزلزال : ۱، ۴ : اذا زلزلت الارض زلزالہا ، واخرجت الارض اثقالہا ، وقال الانسان مَالَہا یومئذ تحدث اخبارھا -

واقعۃً یہ بات عجیب وغریب معلوم ہوتی ہے کہ یہ اسلوبیاتی مظہر ایک ہی طرح کی تمام آیات میں پایا جائے ، پھر بھی عمداً اور اصرار کی حد تک واضح ہونے کے باوجود علمائے بلاغت اور اہل تفسیر کی توجہ اس کی طرف مبذول نہ ہو -

فاعل کے حذف کے سلسلہ میں علمائے بلاغت کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ معلوم ہوتا ہے ، یا یہ کہ وہ نہیں معلوم ہوتا ہے ، یا یہ کہ اس سے خوف ہوتا ہے ، یا یہ کہ اس کے بارے میں خوف ہوتا ہے ، - ان وجوہ کو ہم بیانِ قرآنی پہ پیش کرتے ہیں تو بیان قرآنی ان کے صحیح ہونے کا انکار کرتا ہے ، جیسے قیامت کے واقعات میں فاعل (جو اللہ سبحانہ ہے) کا حذف اس لیے نہیں ہے کہ اس کے بارے میں کوئی خوف ہے ، یا وہ معلوم نہیں ہے -

استقرار سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان مقامات پر جہاں فاعل (اللہ سبحانہ) کے بارے میں علم یقینی حاصل ہوتا ہے وہاں وہ محذوف نہیں ہوتا ہے ، جیسے مندرجہ ذیل آیات میں :

الفتح : ۱۴ : یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء

البقرہ : ۲۱۲ : واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب

آل عمران : ۱۵۶ : یحیی ویمیت

فاطر : ۸ : فان اللہ یضل من یشاء ویہدی من یشاء

النساء : ۱ : خلقکم من نفس واحدۃ -

تو آخر روز قیامت کے واقعات میں فاعل کے ذکر سے استغناء کا کیا راز ہے ؟

AsliAhleSunnet.com

بیان قرآنی سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- بنا ربر مجہول، مطاوعت اور اسناد مجازی، تینوں اسالیب میں فاعل کے ذکر سے استغنا، پایا جاتا ہے، اگرچہ ان میں سے ہر اسلوب کا خاص بیانی پہلو ہوتا ہے، جو قرآن حکیم میں اس کے مقامات کا استقرار کرنے سے واضح ہوتا ہے
- حشر ونشر اور قیامت کے بارے میں اس مظہر کا بکثرت آنا، صنعت کے بلاغی قواعد اور اعراب کی ظاہری علامات کے پس پردہ بیانی اسرار کی طرف اشارہ کرتا ہے، جیسے:

— بنا ربر مجہول میں فاعل سے صرف نظر کر کے واقعہ پر توجہ مرکوز کرنا مقصود ہوتا ہے۔

— مطاوعت میں اس طواعیت کا بیان ہوتا ہے، جس سے واقعہ براہ راست یا بوجہ تسخیر انجام پذیر ہوتا ہے، گویا اسے انجام پانے کے لیے فاعل کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

— اسناد مجازی میں مسند الیہ کو فاعل کا درجہ دے دیا جاتا ہے، جس سے اصلی فاعل کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی

اب ہم قرآن کے معجزانہ بیان کے دوسرے اسلوبیاتی مظہر میں غور

(۲) واؤ قسم کے ذریعہ آغاز: کریں گے، اور وہ ہے "واؤ قسم کے ذریعہ آغاز" جیسے مندرجہ ذیل آیات میں:

الضحیٰ : والضحی واللیل اذا سجی، ماودعک ربک وما قلی (۱-۳)

اللیل : واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی، وما خلق الذکر والانثی، ان سعیکم لشتی (۱-۴)

الفجر : والفجر ولیال عشر، والشفع والوتر واللیل اذا یسر ھل فی ذلک قسم لذی حجر (۱-۵)

النجم : والنجم اذا ھوی، ما ضل صاحبکم وما غوی (۱-۲)

العادیات: والعادیات ضبحا فالموریات قدحا، فالمغیرات صبحا (۱-۳)

العصر : والعصر ان الانسان لفی خسر (۱-۲)

"و" کے بارے میں اصل یہ ہے کہ کلام کے درمیان ربط اور عطف کے لیے آئے، لیکن جب قسم کے لیے آتا ہے تو جملہ کے شروع میں آتا ہے، اس سے مقصود اس سے پہلے انکار کی جانے والی بات کی توثیق یا اقرار اور شہادت ہوتی ہے۔

یہ اس "و" کے علاوہ ہے جو متعدد آیات قرآنی کے شروع میں آتا ہے اور اس سے پہلے کوئی ایسی بات نہیں

AsliAhleSunnet.com

ہوتی جو توثیق یا شہادت کی متقاضی ہو۔

مفسرین ۔ یا میری معلومات کی حد تک اکثر مفسرین ۔ نے اس سے "مقسم بہ" کی تعظیم مراد لی ہے، پھر وہ "و" کے بعد کی چیزوں میں وجہ عظمت تلاش کرنے لگے، اس سلسلہ میں انھوں نے جو کچھ بیان کیا ہے، ان میں سے اکثر چیزیں حکمت کے ذیل میں آتی ہیں جو عظمت سے یکسر مختلف ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں، ان میں سے کوئی چیز بے کار اور عبث نہیں ہے، انھیں کسی نہ کسی حکمت سے پیدا فرمایا ہے، خواہ وہ حکمت ہمیں معلوم ہو یا نامعلوم ہو۔ اس لیے "و" کے بعد مذکور "مقسم بہ" میں محض کسی ظاہری حکمت کو دیکھ کر اس میں عظمت کا پہلو تلاش کرنا اور اسے بیان کرنا کافی نہیں ہے۔

پھر یہ کہ انھوں نے اکثر مقامات پر "مقسم بہ" میں پائی جانے والی قید کی رعایت نہیں کی، مثلاً والضحیٰ میں انھوں نے "ضیاء" (روشنی) کی عظمت بیان کی، جبکہ "ضیاء" محض ضحی کے وقت نہیں ہوتی بلکہ دوپہر میں اور تیز ہوتی ہے.....

"واللیل اذا سجی" میں انھوں نے مطلق رات کی عظمت بیان کی ہے، جبکہ آیت میں "اذا سجی" کی قید ہے، اور دوسری آیات میں اذا عسعس، اذا یغشی، اذا یسری، اور اذا أدبر، کی قیود آئی ہیں۔

اسی طرح والنجم اذا ھوی میں انھوں نے ستارے کی عظمت بیان کی ہے، جبکہ آیت میں اذا ھوی، کی قید پائی جاتی ہے۔[1]

اسی طرح واؤ کے ذریعہ قسم اور جواب قسم کے درمیان ربط میں بھی ان کے اقوال میں اضطراب پایا جاتا ہے العادیات ضبحاً، (ہنہناتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں) کی عظمت اور انسان کی ناشکری اور قبروں میں مدفون چیز کو نکالنے "کے درمیان کیا تعلق ہے؟ اور اللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی (چھائی ہوئی رات اور روشن دن) کی عظمت اور "لوگوں کی کوشش مختلف ہونے" کے درمیان اور والنجم اذا ھوی (غروب ہونے والے ستارے) اور "رفیق" (آنحضرت ﷺ) کے بہکنے اور گمراہ نہ ہونے کے درمیان کیا ربط ہے؟

اور ان سب سے پہلے یہ بات کہ واؤ قسم کے ذریعہ جملہ شروع کرنے میں کیا بیانی راز پوشیدہ ہے؟

---

[1] مفسرین کے اقوال کے خلاصے کے لیے دیکھیے، التفسیر البیانی، کے دونوں حصے جن میں ہم نے ان سورتوں کی تفسیر میں انھیں نقل کر دیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

کیا زمانۂ بعثت میں ایک عربی کے نزدیک والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ، واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلیٰ والنجم اذا ھویٰ اور قسم کی معروف صریح تعبیروں: اقسم بالضحی وباللیل اذا سجیٰ، اقسم باللیل اذا یغشیٰ وبالنہار اذا تجلی اور اقسم بالنجم اذا ھویٰ، کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا؟ .....

جو تعظیم واؤ قسم سے معلوم ہوتی ہے، ویسی ہی تعظیم صریح لفظ قسم سے بھی حاصل ہوتی ہے، پھر کیا اقسم بالنجم کو چھوڑ کر والنجم کی تعبیر اختیار کرنے سے کوئی بیانی نکتہ حاصل نہیں ہوتا۔ ؟؟

⁂ ⁂ ⁂

بظاہر ہم دیکھتے ہیں کہ ''و'' کے ذریعہ قسم کا مظہر سورتوں کے شروع میں آیا ہے اور جن چیزوں سے پہلے آیا ہے وہ یہ ہیں:

الضحیٰ (چاشت) اللیل (رات) الفجر (صبح صادق)، لیال عشر (دس راتیں)، العصر (زمانہ)، التین (انجیر)، الزیتون (زیتون)، النجم اذا ھویٰ (غروب ہونے والا تارا) العادیات ضبحاً (ہنہناتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑے) النازعات غرقاً (ڈوب کر نکلنے والے فرشتے)، الذاریات ذرواً (گرد اڑانے والی ہوائیں)، الصافات صفاً (قطار در قطار صف باندھنے والے)، السماء (آسمان)، الطارق (رات کو نمودار ہونے والا تارہ) السماء ذات البروج (مضبوط قلعوں والا آسمان) الشمس وضحاہا (سورج اور اس کی دھوپ) الطور (طور) کتاب مسطور (کھلی ہوئی کتاب)

یہ سب مکی سورتیں ہیں۔ ایک بھی مدنی سورت اس ''و'' سے نہیں شروع ہوئی ہے، اگر اس سے مقصود محض ان کی عظمت کی طرف اشارہ ہے تو آخر یہ صرف مکی سورتوں میں ہی کیوں پایا جاتا ہے؟ قرآن میں ایک بھی سورت ایسی نہیں جس کے شروع میں اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی کے ساتھ ''و'' آیا ہو اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اس کی مخلوقات کی عظمت ہیچ ہے، اور اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ ہم اللہ کی عظمت پر ''تین'' ''زیتون'' ''ہنہناتے ہوئے دوڑنے والے گھوڑوں اور غروب ہونے والے ستارے کی عظمت کو قیاس کرنے لگیں۔

قرآن میں ایک بھی جگہ ایسی قسم نہیں ہے، جس میں لفظ ''اللہ'' سے پہلے ''و'' آیا ہے، سوائے سورہ انعام

AsliAhleSunnet.com

کی دو آیتوں کے جن میں مشرکین نے واللہ (اور وربنا) کے الفاظ میں قسم کھائی ہے:

« ویوم نحشرھم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون، ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین، انظر کیف کذبوا علیٰ انفسھم، وضل عنھم ما کانوا یفترون » (الانعام)

« ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربھم، قال الیس ھٰذا بالحق، قالوا بلیٰ وربنا، قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون » (الانعام ۳۰)

یہاں 'و' کلام کے درمیان آیا ہے۔ سورت یا آیت کے شروع میں نہیں ہے، قسم کھانے والے مشرکین ہیں جو حشر کے دن قسم کھائیں گے، یہاں قسم اپنے اصلی معنی اقرار پر ہے۔

جبکہ واؤ قسم سورتوں یا آیتوں کے شروع میں آتا ہے اور ان تمام میں قسم کھانے والا اللہ سبحانہ ہے، واؤ قسم لفظ 'رب' کے ساتھ چار آیات میں آیا ہے، لیکن وہ سورتوں کے شروع میں نہیں ہے، اور نہ ان میں 'و' جملہ کے شروع میں آیا ہے، بلکہ اس سے پہلے 'ف' یا 'فلا' یا 'ای' موجود ہے:

الذاریات: ۲۳: فورب السماء والارض، انہ لحق مثل ما انکم تنطقون

الحجر: ۹۲: فوربک لنسألنھم اجمعین عما کانوا یعملون۔

النساء: ۶۵: فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

یونس: ۵۳: ویستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق، وما انتم بمعجزین۔

ان تمام آیات میں قسم تاکید اثبات اور عظمت بیان کرنے کے لیے لائی گئی ہے۔ قسم 'و' کے ذریعہ چار آیات میں 'رب' کے ساتھ اور دو آیات میں 'اللہ' کے ساتھ آئی ہے، جبکہ صرف 'واللیل' سے قسم سات مرتبہ آئی ہے۔ جن میں 'و' آیات کے شروع میں آیا ہے۔ یہ نکتہ اس بات میں مراجعہ کرنے اور دوبارہ غور کرنے کا تقاضا کرتا ہے، جس پر مفسرین اور علماء بلاغت مطمئن ہو گئے ہیں اور انھوں نے یہ کہا ہے کہ 'و' مابعد کی عظمت بیان کرنے کے لیے آتا ہے، جیسے، لیل، نہار، ضحیٰ، فجر، زیتون وغیرہ ۔۔۔۔۔ اس لیے کہ خالق کی عظمت سے ان کی عظمت پر قیاس کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

AsliAhleSunnet.com

مثلاً انھوں نے اللیل اور النہار کی قسم کے ضمن میں رات اور دن کے وجوہ حکمت بیان کیے ہیں، اور ان کے بیشمار فوائد گنائے ہیں۔ پھر ہر جگہ جہاں فجر، صبح، ضحیٰ، نہار یا لیل کی قسم کھائی گئی ہے، انھیں فوائد کا بار بار اعادہ کیا ہے، خواہ ان قسموں کے ساتھ جو بھی صفت بیان کی گئی ہو اور آیات کی ایسی ایسی فلسفیانہ اور اشاری تاویلات کی ہیں جن کا ہم اس دور سے دور کا بھی تعلق ہونے کا تصور نہیں کر سکتے ۔ جیسا کہ فخر الرازی نیساپوری، طبرسی اور شیخ محمد عبدہ کی تفاسیر میں پڑھتے ہیں ۔ جبکہ بیان قرآنی کا یہ پہلو بھی واضح ہے کہ وہ رات اور دن اور سورج اور چاند کی نشانیوں کی طرف بغیر قسم کے بھی متوجہ کرتا ہے، اور لوگ آسانی سے اسے سمجھ لیتے ہیں، جیسا کہ ان آیات میں ہے۔

القصص : ۷۱ : قل ارأیتم ان جعل اللہ علیکم اللیل سرمداً الیٰ یوم القیامۃ من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بضیاء افلا تسمعون ، قل ارأیتم ان جعل اللہ علیکم النہار سرمداً الیٰ یوم القیامۃ ، من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون۔»

الاسراء : ۱۲ : وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب »

یونس : ۶ : ھو الذی جعل الشمس ضیاء اً والقمر نوراً و قدّرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ، ما خلق اللہ ذٰلک الا بالحق یفصل الآیات لقوم یعلمون ، ان فی اختلاف اللیل والنہار وما خلق اللہ فی السمٰوات والارض لآیات لقوم یتقون ۔»

(مزید دیکھیے آیات : الانعام : ۹۶ ، یونس : ۶۷ ، النمل : ۸۶ ، آل عمران : ۱۹۰ الجاثیہ : ۵ ، الفرقان : ۴۷ ، الروم : ۲۳)

جبکہ واللیل اذا یغشیٰ ، والنہار اذا تجلّیٰ ، والضحیٰ ، واللیل اذا سجیٰ اور دوسرے شروع ہونے والی قسم کی دوسری آیات ، بیان حکمت کے اس پہلو پر نہیں آئی ہیں۔

اسی لیے میں نے بیان قرآنی کے اس اسلوبیاتی منظر میں غور کرنا شروع کیا، اس امید سے کہ شاید اس کے بیانی راز تک رسائی حاصل کر لوں اور «عظمت» کے اس قول پر اضافہ کر سکوں، جو ان تمام مفسرین اور علمائے بلاغت کی تحریروں پر غالب رہا ہے، جن کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

'و' سے شروع ہونے والی آیات کے سیاق میں طویل تدبر کرنے کے بعد جس بات پر میں مطمئن ہوئی ہوں وہ یہ ہے کہ 'و' اپنے پہلے لغوی معنی (تعظیم کے لیے قسم) کی اصل سے نکل گیا ہے اور اس میں ایک بلاغی معنی پیدا ہوگیا ہے اور وہ ہے "ادراک اور محسوس کی جانے والی ایسی چیزوں کی طرف توجہ دلانا، جن میں بحث و مباحثہ اور مجادلہ کی گنجائش نہیں۔ ایسی معنوی چیزوں کے بیان کرنے کے لیے وضاحتی تمہید کے طور پر جن میں مجادلہ کیا جاتا ہے، یا ایسی غیبی چیزوں کے اثبات کے لیے تمہید کے طور پر جو حسیات اور مدرکات کے دائرے میں نہیں آتیں۔

چنانچہ جب بیان قرآنی الفجر، الصبح اذا اسفر، الصبح اذا تنفس، الشمس وضحاها، اللیل اذا یغشیٰ، النہار اذا تجلّیٰ کی قسم کھاتا ہے تو وہ ہدایت وحق یا ضلالت و باطل کے معانی کو مختلف درجات میں نور وظلمت کی مادیات کے ذریعہ نمایاں کرتا ہے۔

حسی چیز کے ذریعہ معنوی چیز کا یہ بیان، قرآن کے ظلمت و نور کو گمراہی وہدایت کے معنی میں استعمال کرنے کا مدار ہے۔

اس بات کو ہم واؤ قسم سے شروع ہونے والی آیات پر منطبق کرتے ہیں تو بغیر کسی پرتکلف تاویل یا کھینچ تان کے منطبق ہوجاتی ہے۔

مثال کے طور پر سورہ اللیل کی آیات:

کچھ مثالیں: "واللیل اذا یغشیٰ، والنہار اذا تجلّیٰ وما خلق الذکر والانثیٰ ان سعیکم لشتّیٰ" (۱-۴)

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے رات اور ان کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں، حالانکہ یہاں مطلق رات اور دن کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ رات کے ساتھ صرف اذا یغشیٰ اور دن کے ساتھ صرف اذا تجلّیٰ کا بیان ہے، اس سے ہم اس بیانی راز کو محسوس کرلیتے ہیں، جس کی طرف 'و' اشارہ کرتا ہے اور وہ ہے تاریکی کے ذریعہ رات ہونے اور روشنی کے ذریعہ دن کے روشن ہونے کے درمیان واضح اور محسوس تقابل، ٹھیک اتنا ہی احساس و ادراک میں واضح مرد اور عورت کی پیدائش کے درمیان تفاوت ہے۔ یہ وضاحتی تمہید ہے ایسی معنویات میں تفاوت بیان کرنے کے لیے جن کا ادراک حس سے

AsliAhleSunnet.com

نہیں ہوتا ان سعیکم لشتّٰی اور اس سے بڑھ کر ایسی علمی چیزوں میں تفاوت بیان کرنے کے لیے جو آخرت اور دنیا اور جزا و سزا کے درمیان ہیں:

"فاما من اعطی واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ، فسنیسرہ للیسریٰ، واما من بخل و استغنیٰ وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ"..... (۵-۱۰)

"ان علینا للھدیٰ، وان لنا للآخرۃ والاولیٰ، فانذرتکم نارًا تلظّی، لا یصلاھا الا الاشقی الذی کذب وتولّٰی، وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکّٰی"... (۱۲-۱۸)

ان آیات میں معنوی اور علمی متقابل چیزیں بیان کی گئی ہیں: اعطی و بخل، اتقی و استغنیٰ صدق و کذب، الیسریٰ والعسریٰ، الآخرۃ والاولیٰ، یصلاھا و یجنبھا، الاشقی و الاتقیٰ.......

انھیں معجزانہ بیان اس وضاحتی تمہید سے نمایاں کرتا ہے جو ادراک کی جانے والی واضح مادی تفاوت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔: واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلّٰی، وما خلق الذکر والانثیٰ ان سعیکم لشتّٰی"

"والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ، ما ودعک ربک وما قلیٰ" (۱-۳)

سورہ الضحیٰ کی آیات: ، اس مادی صورت اور حسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے لوگ دن چڑھتے وقت روشنی پھیلنے، پھر رات کے چھانے اور پرسکون ہونے کے وقت تاریکی پھیلنے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کائنات کے یہ دونوں مظاہر ہر روز یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں لیکن کسی کو بھی حیرت نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس کا انکار کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ کسی کے دل میں خیال بھی نہیں گزرتا کہ آسمان زمین سے ہٹ گیا ہے اور دن کو روشنی کے بعد رات کی وحشت کے سپرد کردیا ہے۔

پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی انسیت اور اس کے نور کی تجلی کے بعد وحی کے نہ نازل ہونے کا زمانہ ہو۔ جیسا کہ ہم دن کے روشن ہونے کے بعد رات کے چھانے کا مشاہدہ کرتے ہیں؟ اور یہ کیوں کہا یا گمان کیا جارہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے چھوڑ دیا ہے اور آپ سے ناراض ہوگیا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح ہم سورۂ النجم کی آیات میں غور کرتے ہیں۔

سورہ النجم کی آیات : " والنجم اذا ھوی، ماضل صاحبکم وما غوی " (۱-۲)

اس کے ذریعہ ایک کائناتی منظر کی طرف اشارہ ہے جسے تمام لوگ دیکھتے ہیں کہ جب ستارہ گرنے لگتا ہے تو افق پر نگاہوں کے سامنے ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے آسمان زمین سے روشنی کی ایک لکیر کے ذریعہ مل گیا ہے۔

یہ کائناتی منظر ان کی نگاہوں کے سامنے بار بار آتا ہے، لیکن انھیں اس میں کوئی بحث یا انکار کی چیز نظر نہیں آتی، پھر آخر کیوں انھیں ٹھیک اسی جیسے غیبی منظر کے بارے میں تعجب ہے اور اس میں وہ جھگڑا کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں، جب افق اعلیٰ سے وحی کے نور کی تجلی ہوتی ہے، پھر وہ قریب ہوتا ہے اور نیچے آتا ہے، یہانتک کہ اس زمین پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے؟

" وماینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی، علمہ شدید القوی، ذو مرۃ فاستوی وھو بالافق الاعلی، ثم دنا فتدلی، فکان قاب قوسین او ادنی، فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما اوحی، ماکذب الفواد مارأی، افتمارونہ علی مایری " (النجم: ۳-۱۲)

والعادیات ضبحاً فالموریات قدحاً، فالمغیرات صبحاً،

سورہ العادیات : فاثرن بہ نقعا، فوسطن بہ جمعاً " (۱-۵)

سورۃ کا آغاز 'و' سے ہوتا ہے۔ اس سے اشارہ ہے گھوڑوں کے چھاپوں کی طرف جن سے لوگ واقف تھے، وہ گھوڑے صبح سویرے چھاپہ مارتے ہیں اور اچانک جا پہنچتے ہیں اور دشمن کو اس وقت ہوش آتا ہے جب گھوڑے مجمع میں جا گھستے ہیں اور گرد و غبار سے انھیں منتشر کر دیتے ہیں۔

یہ دوسری بیانی صورت کی وضاحتی تمہید ہے جو لیے غیب سے ڈرا رہی ہے جو نظر نہیں آتا اور جس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے رب کا ناشکرا انسان دنیا میں مگن رہتا ہے کہ اچانک حشر و نشر کے ذریعہ اس کی گرفت کر لی جائے گی، اس وقت لوگ حیرت و پریشانی میں پڑ جائیں گے، انھیں قبروں سے بکھرے ہوئے پروانوں اور منتشر پتنگوں کی طرح نکال لیا جائے گا اور ان کے سینوں سے تمام مخفی چیزوں کو حاصل کر لیا جائے گا اور کوئی بھی چیز پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔

" ان الانسان لربہ لکنود .... افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور، وحصل ما فی

AsliAhleSunnet.com

الصدور، ان ربّھم بھم یومئذ لخبیر" (۶-۱۱)
اس میں "و" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ وبادُ اور تکلیف

سورہ العصر کی آیات : کے ذریعہ انسان کی آزمائش کرتا ہے۔
یہ وضاحتی تمہید ہے اس بیان کی جو زمانہ کو انسان کی آزمائش سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے خیر یا شر کا پہلو عیاں ہوتا ہے، چنانچہ انسان یا تو خسارہ میں ہوتا ہے یا نجات پا جاتا ہے۔
والعصر، ان الانسان لفی خسر، الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات، وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" (۱-۳)

⁂

اس قسم کے اسلوب میں متوجہ کرنے کی قوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب "و" کو کلام کے وسط میں اپنے معروف مقام سے ہٹا کر شروع میں لایا جائے، ایسا کرنے سے اس میں متوجہ کرنے کی زبردست قوت پیدا ہو جاتی ہے۔[ا]
شاید مفسرین سلف سے یہ بیانی نکتہ اس لیے فوت ہو گیا، کیونکہ علماء بلاغت نے خبر، استفہام، امر اور نہی کے اصل لغت میں پہلے معانی سے نکلنے اور ان میں دوسرے بلاغی معنی — جن کا انھوں نے بلاغت کی درسی کتابوں میں ذکر کیا ہے — پائے جانے کا تذکرہ تو کیا ہے، لیکن قسم کے پہلے معنی سے نکلنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ واوِ قسم کو اصل لغوی معنی پر فرض کر کے اور اس میں بلاغی معنی نہ مان کر اس سے شروع ہونے والی آیات میں دور از کار تاویلات کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ علماء بلاغت کے قواعد کے مطابق ہو سکیں۔
اگر ہم بیان قرآنی سے ایسی بات تلاش کر لیں جس سے "و" کا بلاغی راز اس کے قریب اور معروف معنی میں (جیسے علماء بلاغت جانتے ہیں) آشکارا ہو جائے، تب بھی ان شاء اللہ ہمارے بیان کردہ اس نکتہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ا اس اسلوبیاتی منظر کے سلسلہ میں مزید تفصیل سے جاننے کے لیے التفسیر البیانی میں میری وہ تحقیق دیکھنا چاہیے جو میں نے پہلے حصہ میں الضحیٰ، العادیات، النازعات اور دوسرے حصے میں القلم، العصر، اللیل اور الفجر کی تفسیر میں لکھی ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

عقیقہ

اور اس کے احکام

غازی عزیر - ص ۲۶۲ - الخبر سعودی عرب

یہ مضمون لکھنے کا داعیہ جناب مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب کا ایک فتویٰ پڑھ کر پیدا ہوا

پس منظر:- آں موصوف نے ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ کراچی کے مجریہ ماہ جولائی سنہ ۱۹۸۵ء میں "دینی مسائل کا فقہی حل" کے مستقل عنوان کے تحت ایک مستفتی کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔ "جن جانوروں کی قربانی جائز ہے، ان سے عقیقہ بھی جائز ہے۔ بھینس بھی ان جانوروں میں شامل ہے۔ اسی طرح جن جانوروں میں سات حصے قربانی کے ہوسکتے ہیں، ان میں سات حصے عقیقے کے بھی ہوسکتے ہیں اور ایک لڑکے کے عقیقہ میں گائے ذبح کی جاسکتی ہے [1]"

یہ فتویٰ پڑھ کر راقم الحروف نے اپنے ایک رفیق کار جناب مولانا سید احمد قادری صاحب (جو ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ کے مستقل خریدار بھی ہیں) کی معرفت مدیر ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ کراچی اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب کو ۲۲ رجولائی سنہ ۱۹۸۵ء کو خطوط ارسال کیے اور ان سے اس فتویٰ کی وضاحت اور اس کے شرعی دلائل کتاب وسنت کی روشنی میں طلب کیے، ان دونوں خطوط کے جوابات تاہنوز نہ راقم کو براہ راست موصول ہوئے اور نہ ہی اقرأ ڈائجسٹ میں شائع کیے گئے۔ بلکہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء کے ماہنامہ مذکورہ کے اسی "دینی مسائل کا فقہی حل" کے زیر عنوان مزید یہ فتویٰ دیا گیا: "گائے، بیل اور اونٹ وغیرہ میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصے بھی شامل کیے جاسکتے ہیں"[2] اسی مجریہ کے چند صفحات آگے یہ تحریر فرمایا گیا ہے: "لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے یا دو حصے دینا مستحب ہے الخ"[3] اس ماہنامہ کے اگلے

---

[1] ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ کراچی جلد ا شمارہ ۵ صفحہ ۴۶ مجریہ ماہ جولائی ۱۹۸۵ء [2] ایضاً جلد ا شمارہ ۷ صفحہ ۱۸۴ مجریہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء۔ [3] ایضاً جلد ا شمارہ ۷ صفحہ ۱۸۷ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء۔

AsliAhleSunnet.com

مجریہ میں عقیقہ کے متعلق ایک استفتاء اور اس کا جواب شائع ہوا ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے: "(سوال) کیا عقیقہ پر خرچ ہونے والی رقم کسی قریبی رشتہ دار پر (جو غریب اور محتاج ہے) خرچ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ان دونوں ذمہ داریوں میں اولیت کس کو دی جائے۔ رشتہ دار کی خبرگیری اور اس پر خرچہ وغیرہ کی ذمہ داری کو یا عقیقہ سے عہدہ برآ ہونے کی ذمہ داری کو الخ۔" (جواب) "عقیقہ میں خرچ ہونے والی رقم اپنے رشتہ دار محتاج کو دیدیں کیوں کہ ایسی حالت میں اس کی اعانت کرنا ضروری ہے، لہٰذا اس کو اولیت دی جائے گی۔"[1]

ان تمام مسائل کے جو جوابات مولانا یوسف لدھیانوی صاحب نے خود یا ان کی استفتاء کی ٹیم نے دیئے ہیں، ان کی موافقت میں کوئی ایک کمزور دلیل بھی تمام ذخیرۂ احادیث نبوی میں باوجود تلاش بسیار کے نہیں مل سکی۔ ان بے دلیل اور پے در پے خلافِ سنت فتاوی کے مضر نتائج کے پیشِ نظر راقم الحروف نے اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی روشنی میں عوام پر واضح کر دوں کہ عقیقہ فی الواقع کیا ہے؟ اس کی تعریف، شرعی نوعیت وحقیقت واہمیت، فوائد اور احکام کیا ہیں؟ خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو دینِ خالص پر قائم رکھے اور ہمیشہ سنتِ محمدی کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عقیقہ کا لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم: "عق" یا "عقیقہ" کا لغوی معنی "قطع" کرنا ہے۔ عام بول چال میں کبھی کبھی اہل عرب لفظ "عق" قطع کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ "عق والدیہ اذا قطعهما"۔ ایک عرب شاعر کا شعر بھی "عق" کا یہی مفہوم ادا کرتا ہے۔

بلاد بها عق الشباب تمائمي
وأول أرض مس جلدي ترابها

شریعت کی اصطلاح میں لفظ "عقیقہ" کا معنی یہ ہے کہ "ہر نومولود کی ولادت کے عموماً ساتویں دن بکری ذبح کرنا۔" احادیث میں "عقیقہ" کو "نسیکہ" بھی کہا گیا ہے۔

اسلام سے قبل عقیقہ کا رواج: تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے قبل بھی مختلف معاشروں میں عقیقہ کا رواج قائم تھا۔ اگرچہ ان کی شکلیں مختلف تھیں۔ عیسائی بپتسمہ کی شکل میں عقیقہ کرتے تھے۔ جب کہ عہد جاہلیت کے اہل عرب اور شرفاء مولود کا

[1] ماہنامہ اقرا ڈائجسٹ کراچی جلد ا شمارہ ۸ ص ۹۳ مجریہ ماہ اکتوبر ۱۹۸۵ء

AsliAhleSunnet.com

نام رکھتے وقت جانوروں کی قربانی کرتے اور اس کا خون مولود کے سر پر ملتے تھے۔ [۱]

اکثر مورخین اور سیرت نگاروں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیقہ کے متعلق اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ "آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی ختنہ کی، آپ کی پیدائش کی خوشی اور اعزاز میں قبیلہ والوں کو دعوت دی اور آپ کا نام محمدؐ رکھا۔" [۲] امام ابن القیمؒ اور امام ابن الجوزی حنبلیؒ نے بھی اس واقعہ کو صحیح بتایا ہے۔ ابو عمر ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ "اس باب میں ایک مسند غریب حدیث موجود ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: عبدالمطلب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختنہ ساتویں دن کی۔ ان کی پیدائش کی خوشی اور (اعزاز میں داہل قبیلہ) کو دعوت دی اور ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔" [۳]

عقیقہ کی مشروعیت اور اس کے دلائل:

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت سی ایسی احادیث موجود ہیں جو عقیقہ کی مشروعیت وتاکید اور اس کے سنت واستحباب کی وجوبات پر دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث کو ثقہ راویوں کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

حدثنا ابو النعمان، حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن محمد عن سلمان بن عامر قال مع الغلام عقیقۃ۔ (صحیح بخاری کتاب العقیقہ)

ابو النعمان، حماد بن زید، ایوب، محمد بن سیرین نے سلمان بن عامرؓ سے روایت کی ہے: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔

حجاج، حماد، ایوب، قتادہ، ہشام، حبیب، ابن سیرین اور سلمانؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت کی ہے [۴] ان کے علاوہ کئی حضرات، عاصم، ہشام، حفصہ بنت سیرین رباب نے سلمان بن عامر الضبی اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کیا ہے [۵] یزید بن ابراہیم نے ابن سیرین سے اور انھوں نے سلمانؓ سے ان کا قول نقل کیا ہے [۶] اصبغ، ابن وہب، جریر بن حازم، ایوب سختیانی، محمد بن سیرین

---

[۱] شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا مرتبہ سید قاسم محمود مطبع شاہکار فاؤنڈیشن ص ۱۰۸۲ - [۲] زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لامام ابن القیمؒ ج ۱ ص ۳۵ و تاریخ اسلام مصنفہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی ج ۱ ص ۹۰ و انگریزی ترجمہ حیوٰۃ محمدؐ مصنفہ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مصری ص ۴۸ طبع امریکہ وغیرہ [۳] اس حدیث کے متعلق یحییٰ بن ایوب کا قول ہے کہ اس حدیث کو میں نے بجز ابن الیسری کے اہل الحدیث میں سے کسی بھی ایک شخص کے پاس نہ پایا۔ [۴] صحیح بخاری کتاب العقیقہ

AsliAhleSunnet.com

نے سلمان بن عامر الضبی کا عقیقہ کے بارے میں بیان اس طرح نقل کیا ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع الغلام عقیقة فاهریقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى۔ (بخاری کتاب العقیقہ)

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عقیقہ لڑکے کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس پر سے اذیت کو دور کرو۔"

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل غلام رھین[1] بعقیقته تذبح عنه یوم سابعه ویحلق ویسمی۔ (رواہ سنن ابو داؤد فی کتاب الاضاحی باب فی العقیقة والترمذی والنسائی و ابن ماجه وغیرہا بالاسانید الصحیح وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔)

ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ منسلک یا بندھا ہوا ہے اس کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا اس کا سر مونڈا جائے گا اور نام رکھا جائے گا۔

اس روایت کی تمام اسناد صحیح ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ "یہ حدیث حسن صحیح ہے" امام نووی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب "الاذکار" میں نقل کیا ہے۔[2]

عبداللہ بن ابی الاسود قریش بن انس اور حبیب بن شہید عقیقہ کی حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:-

قال امرنی ابن سیرین ان اسأل الحسن ممن سمع حدیث العقیقة فسألته فقال من سمرة بن جندب

(صحیح بخاری، کتاب العقیقة)

مجھے محمد بن سیرین نے حکم دیا کہ میں امام حسن بصری سے دریافت کروں کہ انھوں نے عقیقہ کے متعلق حدیث کس سے سنی ہے؟ جب میں نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت سمرۃ بن جندب سے۔"

حضرت بریدہ اور اسحٰق بن راہویہ سے مروی ہے:-

ان الناس یعرضون یوم القیامة کما یعرضون علی الصلوات الخمس

بے شک قیامت کے دن لوگوں کو پنج وقتہ نماز کی طرح عقیقہ پر بھی پیش کیا جائے گا۔

---

[1] بعض احادیث میں "کل غلام رھینة" اور بعض میں "الغلام مرتهن" کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو سنن ابو داؤد کتاب الاضاحی باب فی العقیقة)

[2] "اذکار" مصنفہ امام نووی رحمہ ص ۲۵۸

AsliAhleSunnet.com

امام بخاری نے اپنی صحیح میں "کتاب العقیقۃ" کے زیر عنوان "اماطۃ الاذی عن الصبی فی العقیقۃ" یعنی عقیقہ کے ذریعہ بچے کی اذیت دور کرنا، ایک مستقل باب قائم کیا اور اس میں عقیقہ سے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔ اسی طرح دوسرے ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں عقیقہ کے متعلق مستقل ابواب مقرر کیے اور اس ضمن کی احادیث جمع کی ہیں۔

عقیقہ کی مشروعیت کے اثبات میں یہاں اور بہت سی احادیث پیش کی جاسکتی ہیں لیکن لاحاصل طول اور تکرار مبحث سے بچنے کے لیے بعض احادیث کو احکام بیان کرتے وقت آگے پیش کیا جائے گا۔

عقیقہ پر سلف صالحین کا عمل: تمام مستند احادیث اور روایات کے مطالعہ سے یہ بات وثوق کی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عہد نبوی اور خلفائے راشدینؓ کے ادوارِ خلافت میں تمام صحابہؓ و تابعینؒ[1] کا اس سنت پر عمل رہا ہے۔ بعد کے ادوار میں بھی تمام اہل علم اور عامل بالحدیث طبقہ میں اس سنت پر سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا رہا ہے۔ نیز اس پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کرنا اور آج تک اس پر تواتر کے ساتھ عمل ہوتے چلے آنا بذاتِ خود اس کی مشروعیت کی واضح دلیل ہے۔

عقیقہ کی شرعی نوعیت پر فقہاء کی آراء: اس امر میں فقہائے اسلام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے کہ عقیقہ کی شرعی نوعیت یا حیثیت کیا ہے؟ مشہور مسالک میں سے اہل حدیث (سلفی)، شافعی، حنبلی اور مالکی مسلک کے پیروکار عقیقہ کی مشروعیت کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن بعض اس کی شرعی نوعیت کی تعیین میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ائمہ مجتہدین کا ایک گروہ جو عقیقہ کے سنت اور مستحب ہونے کا قائل ہے۔ اس میں امام مالک، اہل مدینہ، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد، امام اسحٰق، امام ابوثور، علمائے اہلحدیث اور فقہ و علم و اجتہاد کے کبار علماء کی ایک بڑی جماعت شامل ہے۔

فقہاء کا ایک دوسرا گروہ جو عقیقہ کی تحتیم اور وجوب کا قائل ہے، اس میں امام حسن بصری، امام لیث،

---

[1] موطا امام مالک میں مذکور ہے: جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عروہ بن زبیر تابعی اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے۔ اور موطا امام محمد کے حاشیہ پر یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیقہ کیا کرتے تھے۔" (تعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد)

AsliAhleSunnet.com

امام ابن سعد وغیرہ شامل ہیں اور امام حزم تو عقیقہ کو فرض قرار دیتے ہیں ؎

فقہاء کا ایک تیسرا گروہ وہ ہے جو سرے سے عقیقہ کی مشروعیت کا قائل ہی نہیں ہے ۔ اس گروہ میں فقہاء حنفیہ کا شمار ہوتا ہے ۔

عقیقہ کے سنت و مستحب ہونے کے شرعی دلائل : عقیقہ کے سنت و مستحب ہونے پر بہت سی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں ۔ مثلاً :۔

من ولد له ولد فاحب ان ينسك عنه فلينسك عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة ۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الاضاحی وسنن النسائی کتاب العقیقہ واسنادہ جید)

جس شخص کو بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے ذبیحہ کرنا چاہے تو لڑکے کی جانب سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کرے ۔

من ولد له ولد فاحب ان ينسك عن ولده فليفعل ۔ (موطا امام مالکؒ کتاب العقیقہ واسنادہ ضعیف)

جس شخص کو بچہ پیدا ہو اور وہ اپنے بچہ کی طرف سے ذبیحہ کرنا چاہے تو کرے ۔

"مع الغلام عقيقة ، فاهريقوا عنه دماً واميطوا عنه الاذى" ، (صحیح بخاری) ۔ اور "كل غلام رهين بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويحلق ويسمى" ۔ (سنن ابو داؤد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہا بالاسانید الصحیحہ) وغیرہ ۔ ان تمام روایات سے عقیقہ کا استحباب ثابت ہوتا ہے ۔

عقیقہ کے واجب ہونے کے دلائل اور ان کا علمی جائزہ : جو فقہاء عقیقہ کی تحتیم اور وجوب کے قائل ہیں، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ بریدہ اور اسحاق بن راہویہ کی روایت : "ان الناس يعرضون يوم القيامة على العقيقة كما يعرضون على الصلوات الخمس" ، وجوب پر استدلال کرتی ہے ۔

؎ ملاحظہ ہو ماہنامہ محدث لاہور ج ۱۴ عدد ۱۱ ص ۱۹

AsliAhleSunnet.com

۲۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:
"کل غلام رھینۃ بعقیقتہ" (رواہ اصحاب السنن) اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں: "الغلام مرتھن بعقیقتہ" ان روایات کے الفاظ "رھینۃ" اور "مرتھن" عقیقہ کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت سلمان بن عامر الضبی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کے الفاظ "مع الغلام عقیقۃ" (رواہ البخاری) بھی وجوب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۴۔ اگر والدین بچہ کی طرف سے عقیقہ کریں تو بچہ اپنے والدین کی شفاعت پر محبوس و مامور ہے۔ یہ امر بھی عقیقہ کے وجوب کا متقاضی ہے۔

جو فقہاء کرام عقیقہ کے وجوب کے قائل نہیں ہیں وہ ان دلائل کے حسب ذیل جوابات دیتے ہیں:۔

۱۔ اگر عقیقہ کرنا واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر اس کا وجوب کافی اور واضح طریقہ پر بیان کیا ہوتا۔

۲۔ اگر عقیقہ کرنا واجب ہوتا تو اس کا وجوب دین و شریعت سے معلوم ہوتا۔

۳۔ اگر عقیقہ واجب ہوتا تو اس پر حجت قطعی موجود ہوتی، اور اس کا وجوب صرف عذر شرعی کی موجودگی میں منقطع ہوتا۔

۴۔ اگر عقیقہ واجب ہوتا تو عذر شرعی کی عدم موجودگی میں ترک کیا جانے والا عقیقہ گناہ کا سبب ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ کرنا اس کے وجوب کے بجائے استحباب پر دلالت کرتا ہے

۶۔ احادیث نبوی کے الفاظ "رھینۃ" اور "مرتھن" "مع الغلام عقیقۃ" اور "الناس یعرضون یوم القیمۃ علی العقیقۃ" وغیرہ عقیقہ کے وجوب کے بجائے اس کے استحباب پر دلالت کرتے ہیں۔

۷۔ عقیقہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث "من ولد لہ ولد فاجب ان ینسک عنہ فلینسک الخ" اور "من ولد لہ ولد فاحب ان ینسک فلیفعل" کے یہ الفاظ

AsliAhleSunnet.com

بھی عقیقہ کے مستحب ہونے پر واضح دلیل ہیں۔

جو فقہاء عقیقہ

عقیقہ کی مشروعیت کے انکار کی بنیاد اور اس کا علمی جائزہ: کی مشروعیت

کے قائل نہیں ہیں، ان کی حجت و دلائل یہ ہیں:۔

۱۔ عمرو بن شعیب کی حدیث جسے انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے ان کے دادا سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

لا احب العقوق (رواہ البیہقی) (عقیقے مجھے پسند نہیں۔)

۲۔ ابی رافع رض کی حدیث کہ جب حسن بن علی رض کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا عقیقہ دو بھیڑوں سے کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:۔

لا تعقی، ولکن احلقی راسہ فتصدقی بوزنہ من الورق۔ ثم ولد حسین رض فصنعت مثل ذالک (رواہ احمد)

عقیقہ نہ کرو مگر اس کا سر مونڈوا اور اس کے بال کے وزن کی مقدار میں چاندی صدقہ دو۔ پھر جب حسین رض کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کے مطابق عمل کیا۔

عقیقہ کی مشروعیت کے منکرین کے ان دلائل کا جواب محققین اس طرح دیتے ہیں کہ "وہ احادیث جن سے عقیقہ کی مشروعیت کے انکار پر استدلال کیا جاتا ہے، ان کی کوئی حقیقت نہیں، اور وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ اس انکار کی کوئی دلیل بھی صحیح نہیں ہے۔ بلکہ تمام دلیلیں اپنے ظواہر کے اعتبار سے عقیقہ کے سنت و مستحب ہونے کی تائید و تاکید ہی ثابت کرتی ہیں۔ لہذا جمہور فقہاء اور اکثر اہل علم و اجتہاد اسی طرف گئے ہیں۔

جہاں تک عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ: لا احب العقوق" کا تعلق ہے تو اس حدیث کا سیاق اور اس کے ورود کے اسباب اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عقیقہ قطعاً سنت و مستحب ہی ہے۔ حدیث کے سیاق و سباق کے اس کے ورود کے اسباب اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عقیقہ قطعاً سنت و مستحب ہی ہے۔ حدیث کے سیاق و سباق کے الفاظ ملاحظہ ہوں، جو اس طرح ہیں: "عقیقہ کے متعلق جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے عقیقے پسند نہیں ہیں۔ آپ نے ایسا اس لیے فرمایا تھا، کیوں کہ آپ کو یہ نام ناپسند تھا

AsliAhleSunnet.com

(یعنی ذبیحہ کو عقیقہ کہنا) پھر لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے جب کسی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: من احب منکم ان ینسک عن ولدہ فلیفعل عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ" یعنی تم میں سے جو اپنے بچہ کی طرف سے ذبیحہ کرنا چاہے وہ لڑکے پر ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی پر ایک بکری ذبح کرے۔"

اس حدیث کے ظواہر سے فقہاء کے ایک گروہ نے لفظ "عقیقہ" کا "نسیکہ" سے استبدال پر استدلال کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "عقیقہ" نام ناپسند تھا۔ لیکن فقہاء کا ایک دوسرا گروہ اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا اور اس نااتفاقی کی وجہ وہ بہت سی احادیث بتاتا ہے۔ جن میں اس موقع کے ذبیحہ کا نام "عقیقہ" خود رسول اللہ علیہ وسلم سے بلا اظہار کراہت مروی ہے۔ علماء کا ایک تیسرا گروہ ان دونوں آراء کے مابین اتحاد واتفاق کی صورت یہ پیش کرتا ہے کہ اس موقع کے ذبیحہ کے لیے "عقیقہ" اور "نسیکہ" دونوں ناموں کا استعمال درست اور صحیح ہے۔ لفظ "نسیکہ" استعمال کرنا اگرچہ بہتر ہے لیکن حکم بیان کرنے یا وضاحت یا مراد ومقصد کے اظہار کے لیے "عقیقہ" کا لفظ استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور یہ طریقہ احادیث نبوی سے موافق بھی ہے۔

اور جہاں تک منکرین مشروعیت عقیقہ کی دوسری دلیل یعنی ابی رافع کی حدیث کے الفاظ "لا تعق ولکن احلق رأسہ الخ" کا تعلق ہے تو فی الحقیقت اس روایت سے بھی عقیقہ کی مشروعیت کے انکار یا اس کی کراہت پر دلالت نہیں ہوتی، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں نواسوں، حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے خود کرنا پسند فرمائے تھے۔ (جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔) چوں کہ آپؐ نے ان حضرات کے عقیقے خود فرمائے تھے، اس لیے مکرر عقیقے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ پس آپؐ نے حکم فرمایا کہ: "ان کے عقیقے نہ کرو، لیکن سر کے بال مونڈواؤ اور اس بال کے وزن کی مقدار میں چاندی صدقہ دو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عقیقہ فرمانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے خود فرمائے تھے۔ اس بات کی تائید میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے چند ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

۱۔ حضرت ایوب نے عکرمہ اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشاً کبشاً۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ایک ایک بھیڑ سے کیا۔

(رواہ ابوداؤد)

۲۔ حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین ر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا۔

(سنن نسائی، کتاب العقیقہ واسنادہ جید)

۳۔ جریر بن حازم نے قتادہ سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ دو بھیڑوں سے کیا۔

۴۔ یحیی بن سعید نے عمرہ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ :

عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن والحسین یوم السابع۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن فرمایا۔

کیا مذکر کا عقیقہ مونث کے مثل ہے؟

تمام اہل علم وجمہور فقہاء ومجتہدین کے نزدیک متفقہ طور پر مونث اور مذکر دونوں پر عقیقہ کیا جانا یکساں طور پر مستحب وسنت ہے اور اس کی شرعی نوعیت میں مذکر ومونث کے درمیان کوئی فرق وامتیاز نہیں ہے، لیکن مونث ومذکر کی فضیلت ومراتب کے فرق کے اعتبار سے آیا مذکر ومونث دونوں پر ایک ایک بکری یا دونوں پر دو دو بکریاں یا ان میں سے کسی پر ایک اور کسی پر دو بکریاں ذبح کرنا مشروع ہے۔ اس سلسلہ میں فقہاء کی دو مختلف رائیں ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اہل حدیث اور اہل علم حضرات کی ایک بڑی جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مونث ومذکر کی فضیلت اور مراتب کے فرق کے اعتبار سے مذکر کے لیے دو بکریاں اور مونث کے لیے ایک بکری ذبح کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مثلاً ام کرز کعبیہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ

AsliAhleSunnet.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

عن الغلام شاتان وعن الانثی واحدة ۔ لڑکے پر دو بکریاں اور لڑکی پر ایک بکری ہے ۔

(رواہ احمد و ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

امرنا علیہ الصلوٰة والسلام ان نعق عن الغلام بشاتین وعن الجاریة شاة ۔ ہمیں آں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ لڑکے پر دو بکریاں اور لڑکی پر ایک بکری سے عقیقہ کیا جائے ۔

(رواہ ابن ابی شیبہ)

اور ”من ولد له ولد فاحب ان ینسك عنه فلینسك عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاة ۔ (سنن ابوداؤد وسنن نسائی وغیرہ)

(نوٹ : اس مسلک کی تائید میں کچھ اور احادیث انشاء اللہ تعالیٰ آگے ”عقیقہ کا جانور کیسا ہو؟“ کے زیر عنوان پیش کی جائیں گی ۔)

اس مسلک کے برخلاف امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ مذکر اور مونث دونوں پر یکساں طور پر ایک ایک بکری ہی ذبح کرنا مسنون ہے اور ان کے مابین عقیقہ میں فضیلت و مراتب کے فرق کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا ۔ اس مسلک کی تائید میں امام مالکؒ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی حضرات حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ عنہما کے عقیقے والی مندرجہ ذیل روایات پیش کرتے ہیں ۔

۱۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن و الحسین کبشاً کبشا ۔ (رواہ ابوداؤد)

۲۔ ذکر جریر بن حازم عن قتادة عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین بکبشین ۔

۳۔ روی جعفر بن محمد عن ابیه ان فاطمة ذبحت عن حسن و حسین کبشا کبشاً ۔ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ پر ایک ایک بھیڑ ذبح کی ۔

AsliAhleSunnet.com

۴۔ امام مالکؒ بیان کرتے ہیں:

وکان عبد الله بن عمر رضی الله عنهما يعق عن الغلمان والجواری من ولده شاة شاة۔

اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جو تھے انھوں نے اپنی اولاد میں سے لڑکے اور لڑکیوں کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام مالکؒ سے بعض لوگوں نے سوال کیا کہ لڑکے اور لڑکی پر کتنے جانور ذبح کیے جائیں تو آپؒ نے فرمایا: يذبح عن الغلام شاة واحدة وعن الجارية شاةً۔

محققین اور اہل علم حضرات اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ استطاعت دے تو لڑکے پر دو جانور اور لڑکی پر ایک جانور ذبح کیا جائے۔ اگر لڑکے کے عقیقہ پر دو جانور ذبح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو ایک جانور ذبح کرنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح لڑکی کے عقیقہ پر ایک سے زیادہ جانور ذبح کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بچہ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا افضل اور مسنون ہے،

عقیقہ کرنے کا مستحب وقت: جیسا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔

"كل غلام رهين بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويحلق ويسمى۔ (رواہ سنن ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہا عن سمرہ بن جندبؓ) اور عق رسول الله صلی الله علیه وسلم عن حسن وحسين يوم السابع وسماهما وامر ان يماط عن رؤسهما الاذى۔ (رواہ عبداللہ بن وہب عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔)

مندرجہ بالا دونوں احادیث پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں عقیقہ کے ذبیحہ کے لیے ولادت کا ساتواں دن بلا شک وشبہ مستحب قرار پاتا ہے، لیکن بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اگر ولادت کے ساتویں دن عقیقہ نہ کیا جاسکے تو چودھویں دن کیا جائے اور اگر چودہویں دن بھی نہ کیا جاسکے تو اکیسویں دن کیا جائے۔

حضرت بریدہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عقیقہ کے بارے میں فرمایا:۔

AsliAhleSunnet.com

تذبح لسبع ولاربع عشرۃ ولاحدی و عشرین۔ (سنن بیہقی ج ۹ ص ۳۰۳ واسنادہ ضعیف) ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن ذبح کیا جائے گا

حضرت ام کرز اور ابو کرز روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عقیقہ کے متعلق فرمایا

.... ولکن ذالک یوم السابع فان لم یکن ففی اربعۃ عشر فان لم یکن ففی احد وعشرین یعنی عقیقہ ساتویں دن ہونا چاہیے اور اگر نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور پھر بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔

(مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۳۸ - ۲۳۹)

میمونی کا قول ہے: "میں نے ابو عبداللہ سے سوال کیا کہ لڑکے پر عقیقہ کب کیا جاتا ہے، انھوں نے جواب دیا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: سبعۃ ایام واربعۃ عشر ولاحد وعشرین۔ یعنی ساتویں دن، چودھویں دن اور اکیسویں دن۔

صالح بن احمد فرماتے ہیں: "میں نے اپنے والد سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: تذبح یوم السابع وان لم یفعل ففی اربعۃ عشر فان لم یفعل ففی احد وعشرین۔ یعنی ساتویں دن ذبح کیا جائے گا، پس اگر ایسا نہ کر سکے تو چودھویں دن اور اگر چودھویں دن بھی نہ کر سکے تو پھر اکیسویں دن۔

دن کی اس تعیین کے سلسلہ میں محققین کی رائے ہے کہ "عقیقہ ساتویں دن کیے جانے کی قید لزوم کے باب سے نہیں بلکہ استحباب کی وجہ سے ہے، پس اگر ساتویں دن کے بجائے چودھویں اور اکیسویں دن اور بعض کے نزدیک چوتھے، آٹھویں، دسویں یا اس کے بعد کبھی بھی کرلے تو عقیقہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔

والظاھر ان التقیید بالیوم السابع انما ھو علی وجہ الاستحباب والا لو ذبح عنہ الیوم الرابع او الثامن او العاشر او مابعدہ اجزات العقیقۃ [1]

اور یہ ظاہر ہے کہ ساتویں دن کی قید محض استحباب کی وجہ سے ہے، اگر بچہ کی طرف سے چوتھے یا آٹھویں یا دسویں یا اس کے بعد کسی اور دن ذبیحہ کیا جائے تو بھی عقیقہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کی ولادت کے ساتویں دن قدرت اور استطاعت رکھتا ہو تو مستحب طریقہ پر اس کا عقیقہ کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ رکھے اور اس کی فضیلت و برکات

---

[1] تربیۃ الاولاد فی الاسلام تالیف استاذ شیخ عبداللہ ناصح علوان ج ۱ ص ۹۳ مطبع دار السلام حلب۔

AsliAhleSunnet.com

نیز اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب سے بہرہ مند ہو۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ساتویں دن نہ کر سکتا ہو تو چودھویں دن کرے۔ اگر ایسا بھی کرنا ممکن نہ ہو تو اکیسویں دن کرے۔ اور اگر اکیسویں دن کی بھی استطاعت نہ ہو تو جب بھی اللہ تعالیٰ استطاعت بخشے، بلا تاخیر عقیقہ کر ڈالے۔ "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اور "وما جعل علیکم فی الدین من حرج" کا یہی تقاضہ ہے۔ ایسی صورت میں نفس عقیقہ تو ہو جائے گا، لیکن ساتویں یا چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ کرنے میں جو اجر و استحباب ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ سید قاسم محمود صاحب تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ: "اگر والدین (عقیقہ) نہ دے سکیں تو بچہ جوان ہو کر خود کرے"[1]

عقیقہ کے دن بچہ کا نام رکھنا:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بتسمیۃ المولود یوم سابعہ ووضع الاذی عنہ والعق۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مولود کا نام اس کے ساتویں دن رکھنے، اس کی تکلیف دور کرنے اور عقیقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

اس حدیث کو شارح صحیح مسلم امام نوویؒ نے اپنی مشہور کتاب "الاذکار"[2] اور امام ابن تیمیہؒ نے "صحیح الکلم الطیب"[3] میں بھی نقل کیا ہے۔ بعض دوسری احادیث میں بھی عقیقہ کے دن یعنی ساتویں روز بچہ کے نام رکھنے کا اشارہ ملتا ہے۔ مثلاً: "کل غلام رھین بعقیقتہ تذبح عنہ یوم سابعہ ویحلق ویسمی۔" (رواہ سنن ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن سمرۃ بن جندبؓ) اور "عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حسن وحسین یوم السابع وسماھما وامر ان یماط من رؤوسھما الاذی" وغیرہ۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "سنت یہ ہے کہ مولود کا نام پیدائش کے ساتویں دن یا پیدائش ہی کے دن رکھا جائے لیکن ساتویں دن نام رکھنا مستحب ہے۔" (کتاب الاذکار للنووی ص ۲۴۵) لیکن جس بچہ کا عقیقہ نہ کیا جائے اس کا اگلے دن نام رکھنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کے کتاب العقیقہ میں ایک باب باندھا ہے

[1] شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا مرتبہ سید قاسم محمود ص ۱۰۸۲ مطبع شاہکار فاؤنڈیشن۔

[2] کتاب الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم تالیف امام نوویؒ ص ۲۴۵

[3] صحیح الکلم الطیب للامام ابن تیمیہؒ مع تحقیق واختصار از شیخ ناصر الدین البانی

AsliAhleSunnet.com

جو اس طرح ہے: باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ " یعنی "جس بچے کا عقیقہ نہ کیا جائے اس کا اگلے روز نام رکھنا اور تحنیک کرنا۔" اس باب میں آپ رحمہ اللہ نے پانچ روایات جمع کی ہیں۔

عقیقہ کا جانور کیسا ہو؟

ذیل میں عقیقہ کے جانور کے متعلق بعض عام احکام پیش ہیں جن کی مراعات ضروری ہے۔

(الف) علماء کا اجماع ہے کہ جو باتیں ذبیحۂ اضحیہ میں ضروری ہیں، ان کا لحاظ ذبیحۂ عقیقہ میں بھی ضروری ہے فقہائے حنفیہ کے نزدیک ذبیحۂ اضحیہ کے دو معیار یہ ہیں: (۱) جانور کی عمر (۲) جانور کا صحیح و سالم اور عیوب سے پاک ہونا۔

اول الذکر معیار کی تفصیل یہ ہے کہ جانور عموماً ایک سال عمر مکمل کر لینے کے بعد دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو، خواہ بکرا بکری ہو یا بھیڑ اور دنبہ، لیکن بھیڑ اور دنبہ کے لیے اس کی جسمانی نشوونما کے باعث تھوڑی سی رعایت بھی ملتی ہے۔ اگر بھیڑ یا دنبہ جسمانی اعتبار سے کافی تندرست اور فربہ ہو تو اس کی قربانی چھ ماہ کی عمر پوری کرنے پر بھی کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ اگر اسے ایک سال کے جانوروں کے درمیان چھوڑ دیا جائے تو جسمانی نشوونما کے باعث اس کی تمیز نہ کی جا سکے۔ لیکن بکرا بکری کے معاملہ میں صحت و تندرستی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے لیے ایک سال کی عمر مکمل کر کے دوسرے سال میں داخل ہونا ضروری ہے۔

آخر الذکر معیار کی تفصیل یہ ہے کہ قربانی کا جانور تمام عیوب سے پاک اور جسمانی اعتبار سے مکمل اور سالم ہونا چاہیے۔ عمیاء، عوراء، عجفاء، عرجاء، ہتماء، ثکاء، اور تولاء جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔ عمیاء سے مراد بالکل اندھا، عوراء سے مراد ایک آنکھ کا اندھا، عجفاء سے مراد نہایت دبلا پتلا اور نحیف، حتی کہ اس کی ہڈیوں میں گودا بھی باقی نہ بچا ہو، عرجاء سے مراد ایسا لنگڑا جانور جو خود چل کر جائے مذبح تک نہ جا سکتا ہو۔ ہتماء سے مراد ایسا جانور جس کے اکثر دانت گر چکے ہوں، ثکاء سے مراد ایسا جانور جس کے بحسب خلقت کان نہ ہوں اور تولاء سے مراد ایسا جانور جو اس درجہ پاگل ہو کہ اس کا پاگل پن اس کے غذا لینے میں مانع ہو۔ اسی طرح وہ جانور جس کے کان یا دم ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو۔ یا جس کی سینگ ایک تہائی سے زیادہ ٹوٹی ہوئی ہو۔ ایسے تمام جانوروں کا ذبیحہ درست نہیں ہے۔ لیکن وہ جانور جن میں یہ عیوب بہت معمولی

AsliAhleSunnet.com

ہوں ان کا عقیقہ و اُضحیہ دونوں جائز ہیں اور درست۔ مثلاً اگر کسی جانور کا کان یا دُم کٹی ہوئی ہو یا سینگ ٹوٹا ہوا ہو، لیکن دو تہائی یا دو تہائی سے زیادہ حصہ باقی موجود ہو۔ یا جانور اگر پاگل ہو مگر اس کا پاگل پن اسے غذا چرنے سے نہ روکتا ہو یا اگر جانور کے بعض دانت گرے ہوئے ہوں مگر اکثر دانت موجود ہوں، یا جانور اتنا لنگڑا ہو کہ اپنے باقی سالم پیروں کے ساتھ اس ٹوٹے ہوئے پیر کو بھی زمین پر رکھ کر چل سکتا ہو یا اتنا کم۔ ور جانور کہ جائے ذبح تک بہ آسانی خود چل کر جاسکتا ہو تو ایسے جانوروں کے ذبح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لڑکے کے عقیقہ کے ذبیحہ کے لیے دو

(ب) عقیقہ کے لیے ایک جیسے جانوروں کا انتخاب:

ایک جیسے جانوروں کا انتخاب بھی عقیقہ کے جانور کا ایک اضافی معیار ہے۔ جانوروں کے ایک جیسے ہونے سے مراد قد، جنس، اور عمر میں یکسانیت ہے:۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رض اور ام کرز کعبیہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ۔ (رواہ احمد و ترمذی عن عائشہ رض وکذافی سنن ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی العقیقہ وسنن نسائی کتاب العقیقہ عن ام کرز الکعبیہ بالاسانید الصحیحہ)۔

لڑکے پر ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی پر ایک بکری۔

حضرت عائشہ رض سے ایک اور حدیث میں مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرھم عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریۃ شاۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے دو ایک جیسی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔"

(سنن نسائی کتاب العقیقہ وترمذی، کتاب الاضاحی باب فی العقیقہ وقال اسنادہ جید)

ایک اور حدیث میں "شاتان مکافئتان" کی جگہ "شاتان مثلان" کے ہم معنی الفاظ بھی ملتے ہیں۔

عن الغلام شاتان مثلان وعن الجاریۃ شاۃ۔ (سنن ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی العقیقہ واسنادہ جید)

لڑکے کی طرف سے دو ایک جیسی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

ایک اور مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ماقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاتان. جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ)

AsliAhleSunnet.com

مکافئتان ۔ (الطحاوی ج۱ ص ۴۵۷ باسناد صحیح) دو ایک جیسی بکریاں۔

(ج) عقیقہ کے لیے بکرا، بکری یا اس سے مشابہ جانور مثلاً بھیڑ، مینڈھا اور دنبہ ہی ذبح کرنا چاہیے جیسا کہ اوپر بیان کی ہوئی تمام احادیث سے ثابت ہے۔ البتہ جانوروں کے انتخاب میں ایک جیسے ہونے، جانوروں کی عمر ایک سال مکمل ہونے اور غالب جسمانی عیوب سے پاک ہونے کے علاوہ کوئی اور معیار نہیں ہے۔ مثلاً رنگ اور وزن وغیرہ، جانوروں کا قد، عمر اور جنس میں یکسانیت جانوروں کے ایک جیسا ہونے کے لیے کافی ہے۔ جنس سے مراد یہ ہے کہ اگر بکری سے عقیقہ کرنا ہے تو دونوں جانور بکریاں ہی ہوں۔ ایک بکری اور ایک بھیڑ نہ ہو۔ ذبیحہ کے جانوروں میں نر و مادہ تمیز بھی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے

ام کرز کعبیہؓ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

عن الغلام شاتان وعن الانثی واحدۃ ولا یضرکم ذکرانا او اناثا۔ (رواہ احمد و ترمذی)

لڑکے پر دو بکریاں ہیں اور لڑکی پر ایک، اور تم پر کوئی حرج نہیں، خواہ جانور نر ہوں یا مادہ۔

بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ لڑکے کے لیے نر جانور ذبح کرنا چاہیے اور لڑکی کے لیے مادہ جانور[۱]۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ بات محض لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔

کیا عقیقہ پر گائے، بھینس اور اونٹ ذبح کرنا درست ہے؟

عقیقہ صرف بکری، مینڈھا اور دنبہ سے ہی کیا جانا چاہیے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ گائے، بھینس اور اونٹ ذبح کیے جانے کے متعلق کوئی صحیح اور قابلِ اعتماد حدیث موجود نہیں ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں اکثر علمائے سلف و خلف، ائمہ حدیث اور مجتہدین کا عمل اور فتویٰ یہی ہے۔ کہ بھیڑ یا بکری یا دنبہ کے علاوہ کسی دوسرے جانور سے عقیقہ کرنا سنتِ مطہرہ سے ثابت اور صحیح نہیں ہے۔[۲] عقیقہ میں اونٹ ذبح کرنے کے متعلق حضرت انسؓ سے مروی ایک حدیث ملتی ہے جسے طبرانی نے ص ۲۷۸

---

۱ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "اسلام اور حقوق اطفال" قسط دوم۔ ماہنامہ میثاق لاہور جلد نمبر ۳۰ عدد نمبر ۱، ۲ ص ۲۷

۲ تربیۃ الاولاد فی الاسلام تالیف استاذ عبداللہ ناصح علوان الجزء الاول ص ۹۸

AsliAhleSunnet.com

پر روایت کیا ہے اور امام ابن القیمؒ نے انس بن مالک کے متعلق بیان کیا ہے کہ: "انھوں نے اپنے بچہ کا عقیقہ اونٹ سے کیا تھا"[1] اسی طرح ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ "انھوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے عقیقہ پر اونٹ ذبح کیا تھا اور اس سے اہل بصرہ کی دعوت کی تھی۔

بعض علماء خلف جو اونٹ، بھینس اور گائے کے عقیقہ پر ذبح کرنے کی اجازت دیتے ہیں، ان کی دلیل طبرانی کی مذکورہ روایت اور بعض صحابہ کے عمل کے علاوہ امام بخاری اور ابن منذر کی وہ روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مع الغلام عقيقة فاهريقوا عنه دما "یعنی لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ۔ چوں کہ اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "دم" کے بجائے لفظ "دماً" ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث کے ظواہر اور لفظ "دما" کے عموم سے مولود پر صرف بھیڑ بکری اور دنبہ کو خاص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس لفظ کے عموم میں گائے بھینس اور اونٹ بھی ذبح کرنے کی اجازت اور گنجائش موجود ہے۔ لیکن گائے اور بھینس کے ذبیحہ کے لیے شرط ہے کہ وہ دو سال کی عمر مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ اسی طرح اونٹ پانچ سال کی عمر مکمل کر کے چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

طبرانی کی جس حدیث کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، اس کے متعلق محدثین و محققین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔[2] اسلاف میں سے بعض بزرگوں کا فعلاً عقیقہ کے موقع پر اونٹ ذبح کرنا اگر واقعۃً ثابت بھی ہو جائے تو بھی مقبول اور مشہور احادیث کی موجودگی میں ان بزرگوں کا قول و فعل قابل قبول اور حجت تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس بات کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں کو اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث نہ پہنچی ہوں اور انھوں نے اجتہاداً ایسا کیا ہو۔

بعض احادیث میں[3] صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ عقیقہ پر اونٹ ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ صحابہ کرام اس عملی سنت رسولؐ اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مو خلاف عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقیقہ پر اونٹ ذبح

---

[1] تحفۃ المودود فی احکام المولود مصنفہ امام ابن القیمؒ

[2] ارواء الغلیل ج ۴ ص ۳۹۳

[3] مستدرک حاکم ج ۴ ص ۲۳۸، ۲۳۹ والطحاوی ج ۱ ص ۴۵۷

AsliAhleSunnet.com

کیسے جانے کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے نہایت فیصلہ کن انداز میں اس کی مخالفت فرمائی:

نفس لعبد الرحمٰن بن ابی بکر غلام فقیل لعائشۃ رضی اللہ عنہا یا ام المومنین عقی عنہ جزورا، فقالت: معاذ اللہ ولکن ما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاتان مکافئتان۔

(طحاوی ج ۱ ص ۴۵۷ واسنادہ جید)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو لڑکا پیدا ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا گیا کہ اے ام المومنین! اس کے عقیقہ پر اونٹ ذبح کیا جائے؟ آپؓ نے فرمایا: اللہ کی پناہ اس کے بجائے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی) ایک جیسی دو بکریاں۔

کیا جن جانوروں میں سات حصے قربانی ہو سکتی ہے، ان میں سات حصے عقیقے بھی ہو سکتے ہیں؟

جیسا کہ اوپر صحیح احادیث کی روشنی میں واضح اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ سوائے بکری، بھیڑ اور دنبہ کے کسی دوسرے جانور سے عقیقہ کرنا سنتِ مطہرہ کے صریح خلاف ہے اور محدثین و مجتہدین اور علمائے سلف و خلف کی ایک بڑی جماعت، گائے بھینس اور اونٹ سے عقیقہ کرنا درست نہیں سمجھتی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔ پس جن جانوروں سے عقیقہ کرنا ہی درست نہیں، ان میں سات بچوں کا عقیقہ کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔

جو بعض علماء خلف گائے، بھینس اور اونٹ سے عقیقہ کرنا درست سمجھتے ہیں وہ بھی اس میں اشتراک کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ الاستاذ شیخ عبداللہ ناصح علوان فرماتے ہیں:

"عقیقہ میں اشتراک صحیح نہیں ہے، جس طرح کہ سات لوگ اونٹ میں اشتراک کرتے ہیں، کیوں کہ اگر اس میں اشتراک صحیح ہو تو بچہ پر سے "اراقۃ الدم" کا مقصد حاصل نہیں ہوتا حالانکہ عقیقہ کا ذبیحہ مولود کی طرف سے فدیہ ہوتا ہے۔ بھیڑ یا بکری کے بدلہ میں اونٹ یا گائے ذبح کرنا درست ہے، بشرطیکہ یہ ذبیحہ ایک مولود کے لیے ایک جانور کی صورت میں ہو۔"

(تربیۃ الاولاد فی الاسلام الجزء الاول ص ۹۸)

AsliAhleSunnet.com

کیا عیدالاضحیٰ کی قربانی میں عقیقہ کا حصہ شامل کیا جاسکتا ہے؟

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ عیدالاضحیٰ کے ایک جانور میں، جس میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں پانچ حصے قربانی کے اور باقی دو حصے ایک لڑکے کی طرف سے یا دو لڑکیوں کی طرف سے عقیقے کے شامل کر دیتے ہیں اور ایک ہی جانور ذبح کرکے قربانی کے تمام شرکاء کی قربانی اور عقیقے کے شرکاء کے عقیقوں سے ایک ساتھ سبکدوش ہوجاتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس کی حقیقت بھی اشتراک فی العقیقہ ہی کی ایک صورت ہے جس کا حکم اوپر بیان ہوچکا ہے۔

کیا عقیقہ کے جانور کی قیمت کسی غریب محتاج یا رفاہِ عام کے کاموں میں دینا درست ہے؟

عقیقہ کے جانور کی قیمت کسی غریب محتاج کی مدد پر یا بیمار کے علاج و خبرگیری میں صرف کرنا یا اسے کسی اجتماعی و رفاہی کام میں خرچ کردینا عقیقہ کے مقصد و احکام کے صریح خلاف ہے۔ ایسا کرنا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی آپ کے صحابہ و تابعین و اسلافِ امت میں سے کسی ایک سے۔ علماءِ فقہ و علم و اجتہاد بھی اس بات کو خلافِ سنت قرار دیتے ہیں۔ کسی قرض دار یا غریب و محتاج کی مدد یا بیمار کا علاج یا اسی طرح قحط یا سیلاب یا زلزلہ یا طوفان یا فساد یا آتش زدہ لوگوں کی مدد یا دوسرے رفاہِ عام کے کاموں پر مال خرچ کرنا کسی طرح بھی عقیقہ کا بدل نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عقیقہ کا جانور مولود کے نام پر ذبح کرنا اور عقیقہ کی دعاء:

عقیقہ کا جانور مولود کے نام پر ذبح کرنا مستحب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذبحو علی اسمہ فقولوا: بسم اللہ
اَللّٰھُمَّ لَکَ والیکَ ھٰذہ عقیقۃ فلان
(رواہ ابن المنذر وکذا فی حصن حصین لابن الجزری)

(مولود) کے نام پر ذبح کرو اور یہ دعا پڑھو: بسم اللہ
اللھمَّ لکَ والیکَ ھٰذہ عقیقۃ فلان
(فلاں کی جگہ مولود کا نام لیا جائے۔)

AsliAhleSunnet.com

اگر ذبح کرنے والا شخص عقیقہ کے متعلق صرف نیت کر لے اور "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر ذبح کر ڈالے اور مولود کا نام نہ لے تو بھی عقیقہ ہو جائے گا۔

عقیقہ کے گوشت کی تقسیم اور استعمال: عقیقہ کے گوشت کی تقسیم و استعمال کے متعلق جو ذبیحۂ اضحیہ کے احکام ہیں وہی ذبیحۂ عقیقہ کے بھی ہیں۔ یعنی اس میں سے خود اہلِ خانہ کھائیں، صدقہ کریں، ہدیۃً اپنے اعزاء و اقرباء کو صدقہ کریں۔ اہلِ خانہ میں سے ماں، باپ، بہن بھائی، نانا، نانی، خالہ، ماموں، چچا، تایا، دادا دادی اور پھوپھی وغیرہ اور ان کے اہل وعیال سبھی لوگ بلا استثناء عقیقہ کا گوشت استعمال کر سکتے ہیں۔ بعض جہلاء نے مشہور کر رکھا ہے کہ بچہ کی ماں اور ماں کے اہلِ خاندان مثلاً خالہ، ماموں، نانا اور نانی وغیرہ عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ یہ قطعاً درست نہیں ہے[1]۔ اسی طرح صدقہ کے لیے بھی ایک تہائی یا دو تہائی یا نصف یا چوتھائی یا اور کسی خاص مقدار کی کوئی قید نہیں ہے۔ سید قاسم محمود صاحب عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "عقیقہ کے گوشت کا زیادہ حصہ فقیروں اور رشتہ داروں میں تقسیم کیا جاتا ہے"[2] اور جناب مفتی ماہنامہ اقرار ڈائجسٹ کراچی فرماتے ہیں: "عقیقہ کے گوشت کا ایک تہائی حصہ مساکین کو تقسیم کر دینا افضل ہے الخ"[3] اس سلسلہ میں حق بات یہ ہے کہ صدقہ جتنا زیادہ کیا جائے وہ باعثِ خیر و برکت و اجر ہے، لیکن ایک تہائی یا زیادہ تر حصہ فقراء و مساکین اور رشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا معیار بنا لینا صحیح اور منصوص نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص عقیقہ کے گوشت سے اپنے عزیز و اقارب اور دوست واحباب کی دعوت وضیافت کا اہتمام کرے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بہت سے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس دعوت کو شرعی اصطلاح میں "طعام الخرس" یا "طعام العقیقہ" کہتے ہیں:

اپنی خوشی میں دائی یا دایہ (MIDWIFE) کو شریک کرتے ہوئے عقیقہ کا گوشت اسے دینا بھی درست ہے۔ لیکن یہ گوشت اس کی اجرت کے طور پر نہیں بلکہ بطور ہدیہ دی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "اسلام اور عقوقِ اطفال" قسط دوم، ماہنامہ میثاق لاہور جلد ۳۰ عدد ۱۰ و ۱۲ ص ۲۷۔ [2] شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا مرتبہ سید قاسم محمود۔ ص ۱۰۸۲

[3] ماہنامہ اقرار ڈائجسٹ کراچی ج ۱ شمارہ ۷ ص ۱۸۵ مجریہ ماہ ستمبر ۱۹۸۵ء

AsliAhleSunnet.com

سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقیقہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح ہدایت فرمائی تھی :

وزنی شعر الحسین وتصدقی بوزنہ فضة واعطی القابلة رجل العقیقة۔ (رواہ البیہقی) حضرت حسین کے بالوں کو وزن کیا جائے، اس کے وزن کے مساوی چاندی صدقہ کی جائے گی اور دائی کو عقیقہ (کے جانور کا) ایک پیر دیا جائے۔

ایک اور روایت میں مروی ہے ۔

ان ابعثوا الی القابلة منہا برجل الخ اس میں سے ایک پیر دائی کو بھیج دو۔ (رواہ ابوداؤد)

نوٹ :۔ عقیقہ کے جانور کی کھال اجرت میں قصاب کو نہ دی جائے بلکہ اس کا صدقہ کر دینا بہتر ہے۔

عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنے کی کراہت

مولود کے عقیقہ کے امور میں جن چند باتوں کی رعایت ضروری ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے اور کھانے کے وقت کے علاوہ جانور کی ہڈی میں سے کوئی چیز توڑی نہ جائے۔ ذبیحہ کو کاٹتے وقت ہر ہڈی کو جوڑ سے بغیر توڑے ہوئے علیحدہ کرنا مستحب ہے۔ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقوں کے موقع پر فرمایا :

ان ابعثوا الی القابلة منہا برجل وکلوا وطعموا ولا تکسروا منہا عظماً (ابوداؤد) اس میں سے ایک پیر دائی کو بھیج دو، کھاؤ اور کھلاؤ مگر اس کی کوئی ہڈی نہ توڑو۔"

ابن جریج نے عطاء سے روایت کی ہے کہ ایسا فرماتے تھے :

تقطع جدولاً ولا یکسر لہا عظم اس کے اعضاء الگ الگ کاٹو لیکن اس کی ہڈی نہ توڑو۔"

ابن منذر نے بھی عطاء سے اور انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ استاذ شیخ عبداللہ ناصح علوان اس بات کی دو حکمتیں بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ اس سے فقراء واقرباء کے درمیان ہدیہ وطعام کے شرف کا اظہار ہوتا ہے۔ کیوں کہ کسی عضو میں سے کچھ توڑ اور کاٹ کر علیحدہ

AsliAhleSunnet.com

نہ کرنا بلکہ سالم عضو کسی کو ہدیہ میں پیش کرنا جود و اکرام کی عظیم مثال ہے۔ دوم اس سے مولود کے اعضاء و قوت و صحت اور سلامتی کی نیک خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔[۱]

عقیقہ سے متعلق بعض مروجہ رسومات باطلہ:

ہندوستان و پاکستان میں عام طور پر غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں عقیقہ کو محض ایک رسم سمجھا جاتا ہے جو سراسر اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ اس موقع پر بعض بری رسومات بھی دیکھنے میں آتی ہیں، مثلاً ناچ رنگ، ڈھول، گانے، باجے یا مجلس میلاد کا اہتمام، گھوڑے پر بچہ کو سوار کرا کر کسی مسجد یا بزرگ کے مزار تک لے جانا بچہ کے سر پر پھول و سہرا باندھنا، نظر بد سے بچانے کے لیے اس کے چہرے پر کالا ٹیکہ لگانا۔ منت کے طور پر لڑکے کے کان چھیدنا، سرخ و پیلے رنگ یا کالے و ہرے رنگ کا دھاگا گلے میں لٹکانا یا بازو اور کمر پر باندھنا، کوئی سکہ یا ہڈی کا ٹکڑا یا کانٹا یا لوہے یا چاندی یا سونے کا چاقو گلے میں لٹکانا، بچہ کے سر کے چاروں طرف روپیہ یا زیور کئی بار گھما کر اس کا صدقہ اور بلائیں اتارنا، بچہ کے بازو پر امام ضامن باندھنا، کمر میں پٹہ اور تلوار لٹکانا، آب زم زم پلانا، نیاز و فاتحہ کرنا اور اس کی شیرینی تقسیم کرنا۔ ماں باپ کا سج سنور کر دولہا دولھن بننا، جانور ذبح کرنے کے بجائے چائے پارٹی کا اہتمام کرنا وغیرہ، سب غیر شرعی اور جاہلانہ رسوم و اختراعات ہیں۔ ان سے خود بچنا اور دوسروں کو بھی روکنا چاہیے۔[۲]

عقیقہ کی تشریع کی اہمیت، حکمت اور فوائد:

۱۔ اسلام میں نومولود کے حقوق بھی اپنا ایک اہم مقام رکھتے ہیں، ان حقوق میں عقیقہ بھی شامل ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "اسلام اور حقوق اطفال" طبع شدہ بالاقساط عدیدہ در ماہنامہ میثاق لاہور۔)

۲۔ بعض روایات میں ہے کہ جب تک (مولود کا) عقیقہ نہ کیا جائے۔ برکت و سعادت میں سے اسے بہت کم حصہ ملتا ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا مرتبہ سید قاسم محمود ص ۱۰۸۲)

۳۔ امام احمد بن حنبلؒ عقیقہ کی اہمیت و حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

---

[۱] تربیۃ الاولاد فی الاسلام تالیف شیخ عبد اللہ ناصح علوان الجزء الاول ص ۹۶، ۹۷

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مضمون "اسلام اور حقوقِ اطفال" قسط دوم: ماہنامہ میثاق لاہور ج ۳۰ عدد ۱، ۲ ص ۲، ۳، محریہ ماہ جنوری و فروری ۱۹۸۱ء۔

AsliAhleSunnet.com

هذا في الشفاعة يريد انه اذا لم يعق عنه فمات طفلا لم يشفع في الويه عقیقہ کا تعلق شفاعت سے ہے۔ اگر مولود بچپن میں مرگیا اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۱۱ ص ۵۹۴ طبع مکتبہ سلفیہ)

۴۔ صحیح بخاری کی سلمان بن عامر الضبی والی حدیث کی رو سے عقیقہ کرنے سے بچہ کی اذیت دور ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب العقیقہ)

۵۔ عقیقہ مولود کی طرف سے مصائب وآفات سے محفوظ رہنے کا فدیہ ہے۔

(تربیۃ الاولاد فی الاسلام تالیف عبداللہ ناصح علوان الجزء الاول)

۶۔ شرائع اسلام کی اقامت پر فرحت ومسرور ہونے کا اظہار ہے۔

۷۔ احیائے سنتِ رسول کے ساتھ خیر وبرکت اور اجر عظیم کا باعث ہے۔

۸۔ مولود کی ولادت پر اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

۹۔ مولود پر والدین کی شفاعت کی ذمہ داری کا نعم البدل ہے۔

۱۰۔ مولود کی آمد کی خوشی میں دعوتِ طعام کے لیے جمع ہونے والوں کے مابین عدلِ اجتماعی، الفت ومحبت، اور معاشرہ کے اجتماعی روابط کا قائم رکھنا، مکمل اور مستحکم ہونا۔

۱۱۔ طعام عقیقہ پر جمع ہونے والوں کا مولود کے لیے اجتماعی طور پر صحت وعافیت کی دعا کرنا۔

۱۲۔ معاشرہ کے پسماندہ، غریب، فاقہ زدہ اور محروم طبقہ کی مدد ہونا وغیرہ۔

ان سب خصوصیات کے باعث عقیقہ اجتماعیت اور شریعت کی ایک اہم اساس اور ضرورت بن جاتا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبی المرسلین ومن اتباعہ باحسان الی یوم الدین۔

سیرۃ البخاری

امام بخاری کے حالات وسوانح، اور صحیح بخاری کی علمی اور تشریعی حیثیت پر سب سے مستند کتاب۔ قیمت: ۴۵ روپیے

مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب۔ بنارس

AsliAhleSunnet.com

ندائے فضلائے کے فتویٰ پر استدراک (۲)

ابن شاکر عمری، ریسرچ اسکالر، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ

احادیث میں بچے اور بچی کے پیشاب کو پاک کرنے کے جو طریقے بتائے گئے ہیں، ان میں الفاظ مختلف اور پیچیدہ ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا صحیح معنی و مفہوم بیان کر دیا جائے تاکہ مسئلہ کی نوعیت کھل کر سامنے آجائے۔ ہم ذیل میں اس طرح کے الفاظ کی وضاحت کریں گے۔ حدیث کے وہ الفاظ جن کی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہے: نضح، رش، صب وغیرہ ہیں۔

(۱) **نضح**: اس کا لغوی معنی چھڑکنا ہے۔ حدیث میں الانتضاح بالماء ہے۔ یعنی وضو کے بعد تھوڑا پانی لے کر شرمگاہ پر چھڑک دینا۔ نضح البول: معمولی پیشاب، نضح الطیب: خوشبو چھڑکنا کبھی کبھی یہ دھونے اور زائل کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ نضح الدم عن جبینہٖ: اس نے اپنی پیشانی سے خون دھویا۔ صاحب المنجد نے نضح کا معنی بختگی لکھا ہے۔ لیکن جب مصدر کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ چھڑکنے کے معنی میں ہوگا۔ [۲]

عبد الحفیظ بلیاوی نے نضح کا معنی "پانی کا چھڑکاؤ" لکھا ہے، ہر وہ چیز جو پانی کی طرح رقیق ہو اس کے لیے بھی نضح کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے [۳] نضح البیت: گھر میں پانی چھڑکا، اتنا پانی پینا جس سے سیرابی نہ ہو [۴] مولانا انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ نضح کا اصل معنی تھوڑا تھوڑا پانی وقفہ وقفہ سے انڈیلنا، صب خلاف کیوں کہ صب کا معنی: یکبارگی پانی انڈیلنا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ نضح فی الثوب چھڑکاؤ کا معنی ہے۔ [۵]
صحیح بات یہی ہے کہ نضح کا معنی دھونا نہیں ہے۔ دوسری حدیثوں کے قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

---

[۱] ابن اثیر رح، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر: ۷/۱۵۱ باب النون مع الضاد [۲] المنجد مادہ ن ض ح
[۳] عبد الحفیظ بلیاوی: مصباح اللغات: مادہ ن ض ح۔ [۴] مجد الدین فیروز آبادی، القاموس: باب الحاء فصل النون
نولکشور لکھنؤ [۵] انور شاہ کشمیری، فیض الباری ...

AsliAhleSunnet.com

۲۔ رش : بمعنی نضح چھڑکنا[1] پھوار، ہلکی بارش[2]، رش السماء، آسمان کا پھوار برسانا، رش الشئ: دھونا[3]۔

۳۔ بول : پیشاب[4]، اس کا معنی بہنا بھی ہے[5]۔ بول کا مجازی معنی غلبہ کا ہے، مثلاً حدیث میں ہے کہ «من نام حتی أصبح فقد بال الشیطان فی أذنہ» جو صبح تک سوتا ہے شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے، یہاں حقیقی پیشاب کرنا نہیں، بلکہ غلبہ کا معنی ہے، یعنی شیطان کا غلبہ اس پر ہو جاتا ہے۔[6]

۴۔ الغلام : نوجوان، غلام، مزدور[7] بعض اہلِ لغت نے اس میں بڑی وسعت رکھی ہے، منتہی الارب کے مؤلف نے لکھا ہے کہ پیدائش سے جوانی تک کے حالات کو غلام کہا جاتا ہے[8] ابن اثیر کا بھی یہی خیال ہے، انھوں نے الغلمہ کا معنی ,, ہیجان شہوۃ النکاح لکھا ہے[9] القاموس میں: من حین یولد الی ان یشب[10] کے الفاظ میں غلام کی تعریف کی گئی ہے۔

۵۔ الجاریہ : بچی، باندی، چھوکری[11]

۶۔ الغسل : اس کا لغوی معنی دھونا، اسم کے طور پر صابن[12] وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، پاک کرنا اور میل کچیل دور کرنا[13]

---

[1] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر: ۲/۸۲ باب الراء مع الشین۔ [2] القاموس: باب الشین فصل الراء [3] مصباح اللغات: مادہ رش، ش [4] المنجد: مادہ ب ول [5] القاموس: باب اللام فصل الباء [6] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر: ۱/۹۹ باب الباء مع الواو۔
[7] المنجد: مادہ غ، ل، م، مصباح اللغات میں بھی یہی معنی ہے۔ [8] منتہی الارب: مادہ: غ ل م مطبع اسلامیہ لاہور ۱۳۲۵ھ [9] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر: ۳/۱۶۹ باب الغین مع اللام
[10] القاموس: باب المیم فصل الغین۔
[11] المنجد: مادہ ج ر ی
[12] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر: ۳/۱۶۲ باب الغین مع السین۔
[13] المنجد: مادہ غ س ل۔

AsliAhleSunnet.com

۷ صبّ : اس کا لغوی معنی اوپر سے ڈالنا ، صَبَّ الماء : پانی انڈیلا ، محاورہ ہے۔ صبّ علیہ البلاء اس نے اوپر سے مصیبت ڈالی لہ

احادیث اور ان میں وارد شدہ مشکل الفاظ کے معانی کو سامنے رکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بات وہی صحیح ہے جو حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ دونوں کے پیشاب میں فرق کرنے کی کئی وجہیں ہیں، پہلی بات جو ذہن کو اپیل بھی کرتی ہے کہ نفوسِ انسانی کا تعلق لڑکے سے زیادہ ہوتا ہے، اتنا تعلق اور اتنی انسیت و محبت عام طور سے لڑکی کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اگر دونوں کے پیشاب کو دھونے کا حکم دے دیا جاتا تو آدمی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو سکتا تھا۔ اس لیے شریعت نے لڑکے کے پیشاب میں تخفیف کر دی ہے لہ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق کرنے کی ایک وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ لڑکے کا پیشاب ایک جگہ سے بندھ کر نکلتا ہے، اس لیے کپڑوں پر اس کے اثرات آسانی کے ساتھ معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ اور اسے صرف پانی کے چھینٹے سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بالمقابل لڑکی کا پیشاب پھیل کر نکلتا ہے، اس کی تعیین نہیں کی جا سکتی، اس لیے اس کو دھونے کا حکم دیا گیا۔

محدثین کرام کے اندر تبویب حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی دونوں کے پیشاب کی تفریق کو صحیح سمجھتے ہیں، اس مسئلہ میں امام ترمذی کا فیصلہ بالکل دوٹوک ہے۔ انھوں نے احادیث کے منشاء کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے "باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم" (بچے کے پیشاب پر چھینٹا مارنے کا باب کھانا کھانے سے پہلے۔) یعنی جب تک بچہ کھانا نہ کھاتا ہو صرف دودھ پر گزر کر لیتا ہو تو اس کے پیشاب پر صرف پانی کا چھینٹا مار دیا جائے وہ پاک ہو جائے گا... [illegible] اس لیے آخر میں انھوں نے چند اقوال بھی ذکر کر دیے ہیں۔

ھو قول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم — صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے اکثر کا یہی قول ہے جیسے احمد اور اسحاق وغیرہ۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ

لہ مصباح اللغات مادہ ص ب ب

لہ ابن حجر عسقلانی : فتح الباری : ۱/ ۲۲۷ لڑکے کے پیشاب کی تخفیف کے سلسلے میں علامہ سید سابق نے بھی ابن حجر کے حوالہ سے یہی بات لکھی ہے۔ دیکھیے : فقہ السنہ : ۱/ ۲۶ طبع پنجم ۱۹۸۳ء۔

AsliAhleSunnet.com

مثل احمد واسحاق۔ قالوا ینضح بول الغلام ویغسل بول الجاریۃ وھذا ما لم یطعما فاذا طعما غسلا جمیعاً [1]

لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا مارا جائے گا اور لڑکی کا پیشاب دھویا جائے گا۔ یہ سہولت اس وقت رہے گی جب تک کہ دونوں کھانا نہ کھانے لگیں، جب کھانے لگیں تو دونوں کا پیشاب دھویا جائے گا۔

اس مسئلہ میں فقہاء کے مشہور اقوال تین ہیں:

۱:۔ احناف اور مالکیہ: ان کے نزدیک لڑکے اور لڑکی دونوں کا پیشاب دھونا واجب ہے، جس طرح دوسری نجاستوں کا دھونا واجب ہے۔ ان لوگوں نے حدیثوں کی تاویل کی جن میں صرف پانی کا چھینٹا کافی بتایا گیا ہے [2]

۲:۔ شوافع: ان کے نزدیک لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی کا چھینٹا مارا جائے اور لڑکی کا پیشاب دھویا جائے یہ لوگ سنت کی اتباع کرتے ہیں، کیونکہ احادیث میں یہی حکم ہے۔

۳:۔ اوزاعی: ان کے نزدیک دونوں کے پیشاب پر صرف چھینٹا کافی ہے، دھونے کی ضرورت نہیں ہے [3]

اوپر ذکر کی گئی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کا پیشاب نجس ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں [4] سہولت صرف اس کے طہارت حاصل کرنے میں ہے جیسا کہ احادیث میں اس کا طریقہ بیان کیا گیا ہے [5] امام نووی نے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ نضح کا طریقہ اس وقت تک اختیار کیا جاسکے گا جب تک کہ بچہ صرف ماں کے دودھ پر گزارہ کرتا ہو، لیکن جب پورے طور سے غذا کھانے لگے تو بغیر کسی اختلاف کے اس کا بھی پیشاب دھویا جائے گا۔ [6]

---

[1] ترمذی ابواب الطہارہ، باب ما جاء فی نضح البول قبل ان یطعم۔

[2] ابن دقیق العید نے کہا کہ احناف نے اس مسئلہ میں صرف قیاس کی اتباع کی ہے اور جس حدیث میں لم یغسلہ کی صراحت ہے اس کی تاویل لم یغسلہ غسلاً مبالغاً سے کی ہے۔ یعنی بہت زیادہ نہیں دھویا۔ مزید دیکھیے ابن حجر: فتح الباری: ۱/ ۲۲۷

[3] ملاحظہ ہو سبل السلام: ۱/ ۲۰ نیز شرح مسلم: ۱/ ۱۳۹ نیز فتح الباری ۱/ ۲۲۷

[4] نووی شرح مسلم: ۱/ ۱۳۹

[5] سبل السلام: ۱/ ۲۰۔

[6] حوالہ سابق

AsliAhleSunnet.com

جدید مصنفین میں علامہ سید سابق کی شخصیت نہایت ہی معروف ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ شیر خوار بچے کا پیشاب نجس ہے لیکن اس کی صفائی میں تخفیف کر دی گئی ہے، ایسا بچہ جو ابھی کھانا نہ کھاتا ہو، اس کے پیشاب پر صرف رش کافی ہے"۔ اس کے لیے بطور دلیل حضرت ام قیس کا واقعہ نقل کیا ہے جسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کی ہے۔[1] حضرت عائشہ رضہ کی حدیث میں "لم یغسلہ غسلاً" کے الفاظ ہیں حدیث کی تاویل کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ لفظ مدرج ہے[2] اس لیے یہ قابلِ قبول نہیں، لیکن حقیقت میں یہ ادراج نہیں ہے کیوں کہ حدیث کی سند میں ایک راوی ابن شہاب زہری ہیں جن کا خود اپنا بیان ہے کہ ان کے زمانے میں یہ عام رواج تھا کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا اور لڑکے کے پیشاب پر صرف چھینٹا مارا جاتا ابن شہاب کے قول کی تائید مصنف ابن شیبہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "فمضت السنۃ ان یرش البول من لم یاکل الطعام من الصبیان" یہ سنتِ جاریہ (عام طریقہ) ہے کہ جو بچہ کھانا نہ کھاتا ہو، اس کے پیشاب پر چھینٹا مارا جائے۔ ابن شہاب کے دو شاگرد ہیں معمر اور یونس بن یزید معمر کی روایت میں لم یغسلہ غسلاً ہے اور یونس بن یزید کی روایت میں نہیں ہے حافظ ابن حجر کا کہنا ہے کہ یہ ادراج نہیں ہے معمر کی زیادتی ہے[3]۔ رہی یہ بات کہ بعض حدیثوں میں "رش" اور بعض میں "نضح" کا لفظ ہے تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ پیشاب کی نجاست سے بچنے کے لیے دونوں کے پیشاب کو احتیاطاً دھونا چاہیے۔

یہ بات ٹھیک نہیں ہے، ہم اس طرح سوچنے والوں کو جواب دیں گے کہ شریعت کے احکام و قوانین فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اگر اس مسئلہ میں احتیاط کا تقاضا ہوتا تو شریعت ہی اس کو واضح کر دیتی، ظاہر ہے اس کا یہ حکم سہولت کے پیش نظر ہے، لہٰذا اس کی رخصتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے، اس سے فائدہ نہ اٹھانا اپنے آپ کو تنگی میں میں ڈالنا ہے، جس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ احتیاط کی ایک مثال پیش خدمت ہے۔

ایک مرتبہ کسی صحابی نے ایک عورت سے نکاح کیا، اسی وقت ایک بوڑھی عورت آئی اور کہا کہ تم دونوں کا نکاح کیسے درست ہو سکتا ہے، جبکہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ یہ سن کر وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے اس بوڑھی عورت سے اس کی

---

[1] سید سابق: فقہ السنہ ۱/۲۶ طبع پنجم ۱۹۸۳ء دار الکتاب العربی بیروت [2] وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔ [3] ابن حجر عسقلانی: فتح الباری: ۱/۲۲۷

تحقیق کی پھر ارشاد فرمایا ، "تم دونوں کی جدائی ہی میں بھلائی ہے [۱]"

یہاں احتیاط کی ضرورت تھی اس لیے اس کا لحاظ رکھا گیا اور دونوں کو جدا کر دیا گیا ۔ دورِ جدید میں اس بات کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی ہے کہ شیر خوار بچے کے مسئلہ میں غذا کی قید کو ہٹا کر مدت کی قید رکھ دی جائے تاکہ وہ بچے جو دو سال سے کم مدت میں کھانا شروع کر دیتے ہیں ، ان کے پیشاب میں سہولت رہے ۔

مولانا انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں اس حدیث پر جس میں لم یغسلہ غسلاً کا لفظ ہے بحث کرتے ہوئے احناف کے مسلک کی تائید کی ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ "مجازی معنی مراد نہ لینے کے لیے تاکید لائی جاتی ہے مثلاً "جاءنی جاءنی اور جاءنی امس امس" اس میں ماضی میں حقیقی معنی مجیئت کا اثبات ہے اور مجازی معنی کی نفی ہے ، اسی طرح حدیث لم یغسلہ غسلا میں غسلاً نفی کی تاکید ہے کیوں کہ مفعول مطلق ایک طرح کا تاکید ہوتا ہے ۔ لہذا یہاں مجازی معنی چھڑکنا نہیں بلکہ حقیقی معنی دھونا مراد ہے ، مطلب یہ ہے کہ زیادہ نہیں دھویا [۳]"

مولانا کشمیری رحمہ اللہ کا اس طرح استدلال صحیح نہیں ہے ، کیوں کہ جس طرح نفی میں تاکید لائی جاتی ہے اسی طرح اثبات میں بھی تو تاکید لائی جاتی ہے ۔ "لم یغسلہ غسلاً" میں غسلاً نفی کی تاکید ہے ۔ ضربتُ ضرباً میں نے اسے بہت مارا ، لم اضرب ضربا ۔ میں نے اس کو بالکل نہیں مارا ۔ اس طرح اس حدیث کا بھی یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ نے بچے کے پیشاب کو بالکل نہیں دھویا ، دوسری حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے مبالغہ کا صیغہ بھی تاکید ہی کے لیے ہوتا ہے ، اس کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ مبالغہ جس طرح اثبات میں ہوا اسی طرح نفی میں بھی ہو ، مثلاً "وما انا بظلام للعبید ، [۴] (میں بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں) جب مبالغہ پر نفی آتی ہے تو اس سے مقصود مبالغہ فی النفی ہوتا ہے ۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی دونوں کے پیشاب میں فرق کرتے ہیں انھوں نے بھی حضرت ام قیس کا واقعہ نقل کر کے آخر میں "فدعا بماء فنضحہ ولم یغسلہ" [۵] کے الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے ، جس سے ان کا مسلک بھی معلوم ہو جاتا ہے ۔

●●●

[۱] ترمذی: ابواب الرضاع ۔ باب ما جاء فی شہادۃ المرأۃ الواحدۃ ۔ [۲] نص قرآنی سے مدتِ رضاعت دو سال ہے دیکھیے سورہ لقمان: ۱۴ [۳] مولانا انور شاہ کشمیری : فیض الباری : ۳۱۶/۱ [۴] سورہ : ق : ۲۹
[۵] دیکھیے : صحیح بخاری : کتاب الوضوء باب بول الصبیان علینی نے نضح سے مراد "الغسل من غیر فرک لیا ہے "

AsliAhleSunnet.com

(تیسری قسط)

زہد و تصوف:

اسلام کی نظر میں

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائیؒ۔
ترجمہ: محمد حنیف مدنی

ضعیف حدیثوں کو روایت کرنے اور ان پر عمل کرنے کے سلسلے میں سلف کا منہج

بیشتر سلف مشروع زہد و ورع سے متصف تھے اور ان میں سے جن لوگوں نے کتابیں تالیف کی ہیں جیسے ابن مبارک، وکیع اور احمد وغیرہ، انھوں نے سنت نبوی اور آثار سلف کی اتباع کا اہتمام کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی تالیفات کے اندر احادیث نبویہ کو ان کے مخصوص ابواب میں ذکر کرنے کے ساتھ انبیاء، صحابہ اور تابعین کے زہد کو بھی بیان کیا ہے۔ درحقیقت محدثین کے یہاں زہد و رقاق کی حدیثوں کا پورا اہتمام تھا، کیونکہ ان کا طریقہ تھا کہ نصیحت تذکیر اور دلوں کو نرم کرنے کی غرض سے علمی مجلسوں کا اہتمام زہد و رقاق اور ورع کی حدیثوں پر کیا کرتے تھے۔

حلال و حرام کے باب میں حدیثوں کی سندوں میں تشدد سے کام لیتے تھے جبکہ ترغیب، ترہیب، فضائل، زہد اور رقاق کے باب میں آئی ہوئی حدیثوں کی سندوں میں تساہل اور مداہنت کو روا رکھتے تھے، لیکن اس سے ان کا مقصد ناقابل حجت، ضعیف، حدیث سے استحباب ثابت کرنا نہیں تھا، کیونکہ استحباب ایک شرعی حکم ہے جو بغیر شرعی دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ عمل اس نوعیت کا ہے کہ اس کا ثبوت کسی نص یا اجماع سے ہو چکا ہے۔ جیسے تلاوت، تسبیح، دعاء، صدقہ، غلام کی آزادی،

AsliAhleSunnet.com

لوگوں کے ساتھ احسان، کذب وخیانت کی کراہت وغیرہ - پس جب کوئی حدیث بعض مستحب اعمال کی فضیلت وثواب اور بعض اعمال کی کراہت وعقاب کے سلسلے میں مروی ہو تو ثواب وعقاب کی مقدار اور عقاب کی نوعیت کے سلسلے میں ایسی حدیث کو جس کا موضوع ہونا غیر معلوم ہے، روایت کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے بایں معنی کہ نفس اس ثواب کی توقع یا اس عقاب کا خوف رکھتا ہے - اس کی مثال وہ ترغیب و ترہیب ہیں، جو اسرائیلیات، منامات، سلف وعلماء کے کلمات اور علماء کے واقعات وغیرہ سے متعلق ہیں کہ صرف ان سے کسی شرعی حکم کا اثبات نہیں ہو سکتا، نہ استحباب نہ کوئی دوسرا حکم، لیکن انھیں ترغیب و ترہیب اور ترجی وتخویف کے باب میں ذکر کیا جا سکتا ہے - لہٰذا جس چیز کا حسن یا قبح شرعی دلائل سے معلوم ہو، اس کا روایت کرنا نفع بخش اور غیر مضر ہے خواہ نفس الامر میں حق ہو یا باطل، لیکن جس کا باطل اور موضوع ہونا معلوم ہو، اس کی جانب توجہ مبذول کرنا درست نہیں، کیوں کہ کذب کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا - اور جب کسی حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو اس سے احکام ثابت ہوں گے - اور جس حدیث میں دونوں امر (صدق وکذب) کا احتمال ہو اسے روایت کرنا درست ہے، کیوں کہ اس کا صدق ممکن ہے اور اس کے کذب میں ضرر نہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی رخصت دی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کی تصدیق وتکذیب سے منع کیا ہے پس اگر ان سے روایت کرنے میں فائدہ نہ ہوتا تو آپ اس کی رخصت نہ دیتے اور نہ اس کا حکم دیتے، اور اگر محض روایت کرنے سے ان کی تصدیق لازم آتی تو ان کی تصدیق سے منع نہ فرماتے، لہٰذا نفوس مختلف مقامات میں اس چیز سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جس کی صداقت کا انھیں ظن حاصل ہے -

ان ضعیف حدیثوں پر عمل کرنے سے مراد: ان اعمالِ صالحہ پر عمل کرنا ہے، جن کو وہ متضمن ہیں جیسے تلاوتِ قرآن اور ذکر، اور ان برے اعمال سے بچنا ہے جن کو ان حدیثوں میں ناپسند بتایا گیا ہے -

جب فضائل کی ضعیف حدیثیں تقدیر (تعیین) وتحدید پر مشتمل ہوں، مثلاً کوئی نماز مخصوص وقت میں مخصوص قرأت کے ساتھ یا مخصوص صفت پر، تو یہ جائز نہیں کیوں کہ اس صفت معین کا استحباب کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، پس ضعیف حدیثیں ترغیب وترہیب کے باب میں روایت کی جائیں گی اور ان پر عمل کیا جائے گا، نہ کہ استحباب کے باب میں، پھر ان کے موجب یعنی ثواب وعقاب کی مقداروں کا اعتقاد شرعی

AsliAhleSunnet.com

دلیل پر موقوف ہوگا۔ [1]

اسی وجہ سے زہد کے مولفین نے اس باب میں ضعیف اور واہی حدیثیں اور اسرائیلی قصے اس خیال سے ذکر کیے ہیں کہ قلوب ان سے فائدہ اٹھا سکیں، جہاں وہ ان اعمال پر عمل کرنے کی تیاری کرتے ہیں جو کتاب اور سنتِ صحیحہ سے ثابت ہیں۔

محقق علماء کے نزدیک ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے چند شرائط ہیں، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

اول: جو متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ضعف شدید نہ ہو، لہٰذا کذاب متہم بالکذب اور فحش غلطی کرنے والے راوی کی حدیث خارج ہو جائے گی، جب کہ وہ روایت کرنے میں منفرد ہو۔

دوم: یہ کہ وہ حدیث کسی عام اصل کے تحت داخل ہو، لہٰذا گھڑی ہوئی حدیث خارج ہو جائے گی، کیونکہ اس کے لیے کوئی اصل نہیں۔

سوم: یہ کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی بات کا انتساب نہ ہو، جسے آپ نے بیان نہیں کیا۔ [2]

تالیف وتصنیف کے اندر محدثین اور دیگر حضرات کے طریقہ کار میں فرق

متقدمین سلف صالح احادیث و آثار کو ان کی سندوں کے ساتھ ان کے ابواب میں درج کرتے تھے اسی طرح متقدمین اہل الرای، متکلمین اور صوفیاء وغیرہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اپنے کلام کو کتاب، سنت اور آثار کے اصول سے مخلوط رکھتے تھے کیوں کہ ان کا زمانہ نبوت سے قریب تھا اور آثار نبویہ کے انوار ابھی ظاہر باہر تھے۔ جو برہان عظیم کی حیثیت رکھتے تھے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے آثار نبویہ کے نور کو ان کے غیر کی ظلمت کے ساتھ مخلوط کر دیا تھا، لیکن متاخرین میں سے بہت سے لوگوں نے متقدمین کے تصنیف کردہ امور کو بالائے طاق رکھ دیا اور ان میں سے جن لوگوں نے زہد وتصوف کے باب میں خامہ فرسائی کی انھوں نے اصل ان چیزوں

---

[1] فتاوی شیخ الاسلام (۱۸/۶۵ - ۶۸) بتصرف یسیر

[2] القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع (۱۹۵) ومقدمہ صحیح الجامع الصغیر وضعیفہ للالبانی (۴۴ - ۵۲) وتوجیہ النظر للجزائری وقواعد التحدیث للقاسمی۔

AsliAhleSunnet.com

کو قرار دیا جو متاخرین زاہدوں نے ... و تابعین کے طریقے سے گریز کیا، جیساکہ ابوالقاسم قشیری ابوعبدالرحمٰن سلمی، کلاباذی اور دیگر حضرات نے کیا ہے۔

زہد ورقائق کے مواد جمع کرنے میں مصنفین کا منہج

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: جن لوگوں نے زہد ورقائق کے باب میں حدیثیں جمع کی ہیں وہ ان حدیثوں کو ذکر کرتے ہیں جو اس باب میں مروی ہیں۔ اس فن کی بلند ترین اور نادر ترین تصانیف میں سے "کتاب الزہد" مصنفہ عبداللہ مبارک ہے اور اس میں واہی حدیثیں ہیں اور اسی طرح ہناد بن سری، اسد بن موسیٰ وغیرہ کی کتاب الزہد ہیں۔

اس فن کی عمدہ ترین کتاب "الزہد" مصنفہ امام احمد بن حنبل ہے لیکن اس کی تبویب اسماء پر ہے اور ابن مبارک کی کتاب الزہد ہے جو ابواب پر مرتب ہے۔ فن زہد کی یہ کتابیں انبیاء، صحابہ اور تابعین کے زہد پر مشتمل ہیں۔

پھر متاخرین دو قسم پر ہیں (۱) بعض نے متقدمین اور متاخرین دونوں ہی کے زہد کو ذکر کیا ہے، جیسا کہ ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں اور ابن جوزی نے "صفۃ الصفوۃ" میں ایسا ہی کیا ہے (۲) اور بعض نے صرف متاخرین کے ذکر پر اکتفا کیا ہے، جب سے کہ صوفیت کا نام ظہور پذیر ہوا، جیساکہ ابوعبدالرحمٰن سلمی نے "طبقاتِ صوفیہ" میں اور ان کے شاگرد ابوالقاسم قشیری نے اپنے "رسالہ" میں ایسا ہی کیا ہے۔

پھر جن حکایات کا یہ صوفیا، تذکرہ کرتے ہیں جیسے ابن خمیس وغیرہ وہ مرسل حکایتیں ہوتی ہیں جن میں سے بعض صحیح اور بعض باطل ہیں۔[1]

بہت سے متاخرین محدثین، زاہدین، فقہاء وغیرہ نے جب کسی باب میں خامہ فرسائی کی تو اس باب کے تحت ہر طرح کی رطب و یابس حکایات و روایات کو بلا امتیاز ذکر کر دیا۔ جن لوگوں نے "ابواب" پر کتابیں لکھی ہیں، ان کے یہاں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں، جیسے وہ مصنفین جنھوں نے مہینوں اور اوقات کے فضائل، اعمال اور عبادات کے فضائل اور اشخاص کے فضائل وغیرہ میں کتابیں تالیف کی ہیں، مثلاً بعض

---

[1] فتاوی شیخ الاسلام (۱۱/ ۳۷۲) بتصرف یسیر

[2] " " (۱۱/ ۵۸۰) بجز "التصوف" و کشف الظنون (۲/ ۱۴۲۲)

AsliAhleSunnet.com

نے فضائل رجب میں تالیف کی ہے اور دوسرے حضرات نے دن اور رات کی نمازوں، یکشنبہ کی نماز دوشنبہ کی نماز، سہ شنبہ کی نماز، رجب کے پہلے جمعہ کی نماز، رجب کی ہزار نمازوں، اول رجب کی ہزار نمازوں، پندرھویں شعبان کی ہزار نمازوں، عیدین کی راتوں کی عبادت اور عاشورہ کی نماز کے فضائل میں کتابیں تالیف کی ہیں۔ ان نمازوں میں عمدہ ترین ,, صلاۃ التسبیح ,, کی حدیث ہے، لیکن بایں ہمہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی اس کا قائل نہیں بلکہ امام احمد نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور ان نمازوں کو مستحب قرار نہیں دیا ہے۔ اور امام ابن مبارک سے منقول ہے کہ یہ نماز اس نماز کے مانند نہیں جو مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیوں کہ جو نماز آپ سے مرفوعاً ثابت ہے، اس میں دوسرے سجدہ کے بعد لمبا قعدہ نہیں ہے اور یہ حدیث اصول کے مخالف ہے لہذا اس طرح کی حدیث سے وہ نماز ثابت نہیں ہوگی۔

جو شخص اصول میں غور و تدبر کرے گا۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ اور اس طرح کی حدیثیں موضوع ہیں، کیوں کہ یہ تمام حدیثیں علماء کے نزدیک بالاتفاق موضوع اور جھوٹی ہیں، باوجود اس کے یہ حدیثیں، ابو طالب، ابو حامد غزالی اور شیخ عبد القادر جیلانی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ نیز ابو القاسم بن عساکر کی امالی، عبد العزیز کتانی، ابو علی بن البنا، ابو الفضل بن ناصر اور دیگر حضرات کی تصانیف میں پائی جاتی ہیں اور اس طرح ابن جوزی اس طرح کی حدیث مہینوں کے فضائل میں ذکر کرتے ہیں اور اپنی ,, موضوعات ,, میں لکھتے ہیں کہ یہ کذب موضوع ہے [1]

اور علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہاں مقصود یہ ہے کہ امت کے سلف اور ائمہ سے جو چیزیں منقول ہیں انسان کے لیے مناسب ہے کہ ان کی صحیح اور ضعیف کے مابین امتیاز کرے اور جس طرح یہ امتیاز معقولات اور نظریات کے اندر مناسب ہے۔ اسی طرح اذواق اور مواجید کے اندر اور مکاشفات اور مخاطبات کے اندر بھی ہے، کیوں کہ جن لوگوں نے بھی ان تینوں اقسام میں کتابیں لکھی ہیں، ان میں حق اور باطل دونوں ہیں لہذا ان کے مابین امتیاز ضروری ہے۔

جامع بات اس مقام میں یہ ہے کہ جو چیز کتاب اللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ سنت اور صحابہ کرام کے طریقہ کے موافق ہو وہ حق ہے اور جو ان کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ [2]

•••

---

[1] فتاوی شیخ الاسلام (۱۱/۵۷۸ - ۵۸۰)

[2] فتاوی شیخ الاسلام (۱۱/۵۸۲)

AsliAhleSunnet.com

عالمِ اسلام

کابل: میں ہندوستان کا غیر حقیقی کردار

کلدیپ نیر

ایک بار پھر افغانستان کے بارے میں ہندوستان کی پالیسی میں حقیقتوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور نئی دہلی کی سرکار افغانستان کے صدر نجیب اللہ کی حمایت کر رہی ہے جو اُس کے خیال میں ترقی پسند قوتوں کے نمائندہ ہیں۔ یہ قوتیں کون سی ہیں اور کہاں ہیں؟ یہ نہ صرف خوش فہمی کا ایک ثبوت ہے بلکہ ایک نام نہاد بائیں بازو کا رویہ اختیار کرنے والی بات جو افغانستان میں روس کے داخلے کے وقت سے ہی احمقانہ دکھائی دے رہا ہے۔ نجیب اللہ اس لیے برسرِ اقتدار ہیں، کیونکہ روسی سپاہی اس کی سرکار کو سہارا دیے ہوئے ہیں اور ایک بار جب وہ میتھائیل گورباچوف کے مصمم ارادے کے مطابق وہاں سے نکال لیے جائیں گے تو نجیب اللہ اور ان کے ساتھیوں کو جان بچا کر بھاگنا پڑے گا، انھیں بہت کم مقبولیت حاصل ہے اور وہ بھی خلق اور پرچم نام کی دو کمیونسٹ تنظیموں کی باہمی لڑائی کے سبب کم ہوتی جا رہی ہے۔

کسی بھی پالیسی کی کامیابی کی کسوٹی یہ ہے کہ کتنے لوگ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اکثر افغان لوگ نجیب اللہ کی سرکار کو روسی فوجوں سے وابستہ سمجھتے ہیں جو دسمبر ۱۹۷۹ء سے اُن کے ملک پر قابض ہیں۔ نجیب اللہ کا ساتھ دے کر نئی دہلی سرکار وہی غلطی کر رہی ہے جو اس نے سوویت یونین کی افغانستان میں مداخلت کے وقت کی تھی۔ اس وقت ہندوستان سرکار نے ماسکو کا ساتھ دینا بہتر خیال کیا تھا اور جارحیت کی مذمت نہیں کی تھی، ناوابستگی کی تحریک کے سب سے بڑے علمبردار ہندوستان نے ایک چھوٹے ناوابستہ ملک کو احتجاج کا ایک لفظ کہے بغیر روس کے تحت جانے دیا تھا، اس وقت سوال یہ نہیں تھا کہ روس یا امریکا دو بڑی طاقتوں میں سے کس کی حمایت کی جائے۔ سوال یہ تھا کہ افغانوں پر کسی غیر ملکی طاقت کے غلبے کی مذمت کی جائے یا نہیں۔ ہم نے افغانوں کی ناراضگی کا خدشہ مول لے کر بھی جنھوں نے ہمیشہ ہندوستان کی جانب دوستی اور امید سے دیکھا ہے آج تک اس حملے کی مذمت نہیں کی۔

AsliAhleSunnet.com

مجھے یاد ہے کہ روس کی جارحیت یا مداخلت کے بعد جب دو بار میں کابل گیا تو افغان مجھ سے یہ سوال کرتے رہے۔ کہ ہندوستان ان کا ساتھ کیوں نہیں دیتا؟ وہ اس لیے شاکی تھے کیوں کہ انھوں نے ہمیشہ پاکستان پر ہندوستان کو ترجیح دی تھی بلکہ ۱۹۷۱ء کی ہند پاکستان لڑائی میں نئی دہلی سرکار کو ہتھیار لے جانے کے لیے اپنے ملک کا استعمال کرنے کی بھی اجازت دی تھی۔ وہ اس بات سے متاثر نہیں ہوئے تھے کہ ہندوستان در پردہ روس پر فوجیں واپس بلانے کے لیے زور دے رہا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ مسز اندرا گاندھی نے ۱۹۸۰ء میں واپس اقتدار میں آنے کے بعد ہندوستان کا دورہ کرنے والے روسی رہنماؤں سے کہا تھا کہ وہ افغانستان خالی کر دیں لیکن کوئی ملک جب اپنے وجود کی بقا کے لیے جنگ لڑ رہا ہو تو وہ اس قسم کے رویے کو زیادہ درست نہیں سمجھتا۔ افغانستان کی آزادی جاتی رہی تھی اور جن لوگوں نے اس موقع پر ان کا ساتھ نہیں دیا اگر انھیں دشمن نہیں تو اجنبی ضرور سمجھا جاتا ہے۔ ایک اخلاقی رویہ محض رد- و قبول کا نہیں ہوتا۔ دوست اور دشمن سب کے لیے ایک جیسا موقف ہونا چاہیے، ورنہ اسے بیک وقت دو گھوڑوں کی سواری کے مترادف خیال کیا جائے گا۔

ہندوستان نے جنگ کے دوران کوئی کردار نہیں نبھایا لہٰذا آٹھ برس کی خاموشی کے بعد وہ یہ توقع نہیں رکھ سکتا کہ وہ امن کے عمل میں کوئی کردار ادا کرے گا۔ پاکستان کے ہندوستان کے بارے میں تبصرے تلخ ہو سکتے ہیں، لیکن اس کا بھلا اسی میں ہے کہ وہ ہندوستان کی اس خطے میں کوئی وقعت نہ بننے دے، لیکن دوسری جانب افغانوں میں پاکستان کی ساکھ بنی ہے، کیوں کہ خواہ اس کے ارادے کیا تھے، اس نے بھاگنے والے افغانوں پر اپنے دروازے کھولے یہ بھی ٹھیک ہے کہ پاکستان کی پالیسی اس لحاظ سے موقع پرستی کی رہی ہے کہ اس نے افغانستان کی صورتحال کو اپنے لیے خطرہ بنا کر پیش کیا ہے اور اس بہانے امریکہ سے اربوں ڈالر کے ہتھیار اور اقتصادی مدد حاصل کی ہے۔ دراصل اس جھگڑے کا فیصلہ بہت پہلے ہو گیا تھا، اگر پاکستان امریکا کے اشارے پر نہ ناچ رہا ہوتا۔ جب افغانستان میں امن بحال ہو جائے گا تو وہ لوگ یہ بات یاد رکھیں گے کہ پاکستان نے ۳۰ لاکھ افغانوں کو پناہ دی تھی۔

وزیر اعظم کے ایلچی اور سکریٹری اطلاعات گوپی اروڑہ کے کابل کے دورے سے ہمارے سابقہ ریکارڈ پر کسی بھی طرح پردہ نہیں ڈالا جا سکتا، اسی طرح دہلی اور ماسکو میں روسی رہنماؤں سے ہماری ملاقاتوں کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ انھیں افغانستان کے مجاہدین میں بھی کوئی رسوخ حاصل نہیں۔ ماسکو نے فوج بلانے کا اعلان کر کے بالآخر اظہارِ افسوس کر دیا ہے، ہم افغانوں کو کیا منہ دکھا سکتے ہیں؟ دلی سرکار کو یہ اطمینان ضرور ہے کہ روس نے یہ اعلان کرنے سے ۲۴ گھنٹے

AsliAhleSunnet.com

قبل اسے یہ اطلاع دے دی تھی جب کہ فوج بھیجتے وقت نہیں دی تھی ، گورباچوف نے یہ اعلان کرکے کہ روسی فوج ۱۵ مئی سے واپس آنی شروع ہوجائے گی ، برزنیف کی غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے ، انھوں نے قومی مصالحت کی بھی بات کی ہے ، اس کے مقابلے میں راجیو گاندھی نے افغان مسئلے کے واقعات اور اس ضمن میں اٹھائے جانے والے اقدامات کے بارے میں نئی دہلی اور ماسکو کے باہمی رابطے کو نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے ۔ نٹور سنگھ روم میں معزول افغان بادشاہ ظاہر شاہ سے بھی ملے ہیں ، میری اطلاع یہ ہے کہ شاہ کے ساتھ یہ ملاقات بڑے اصرار کے بعد کی گئی اور صرف چند منٹ ہی جاری رہی ۔

ہمیں اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے کہ ہمیں وہاں کہاں تک ساکھ حاصل ہے ، مجاہدین ہم پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان کی بقا کی لڑائی میں ہم اُن کے مخالف کیمپ میں تھے ۔ بلکہ ہم گورباچوف کی اختیار کردہ روسی پالیسی کے لیے معذرت خواہ بھی تھے ۔ یہ سمجھ لینا غیر حقیقی تصور ہوگا کہ مجاہدین ماضی کو بھول جائیں گے ، یا افغانستان کے لوگ ہمیں اس لیے معاف کردیں گے کہ ہم مغربی یورپ کی راجدھانیوں ، امریکا اور کنیڈا میں افغانستان کے دانشوروں اور سرکردہ شہریوں سے بات چیت کرتے رہے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے افغانوں کے جذبات اور مفاد کو دیر بہت دیر تک نقصان پہنچایا ہے ، ہندوستانی نژاد کے اُن ہزاروں افراد کو بھی وہاں کوئی وقعت نہیں دی جاتی جو وہاں برسوں سے تجارت کرتے ہیں ، ہندوستان کے خلاف غصہ ان پر نکالا جاسکتا ہے ، اور حکومت یہ نہیں سمجھتی کہ اُس نے اپنی غلط روی سے ملک کو کتنا بدنام کیا ہے ۔

اب بھی ہم نجیب اللہ کا ساتھ دے رہے ہیں جسے روس سے دوستی کے سبب ناپسند کیا جاتا ہے ، اگر اب افغان اُسے اس لیے برداشت کر بھی لیں کہ وہ روسی فوجوں کی واپسی میں مدد دے گا ، لیکن واپسی کے بعد اسے نکال پھینکا جائے گا ۔

اگر ہم نے کھل کر یہ کہا ہوتا کہ افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ وہاں کے لوگ کریں گے اور نجیب اللہ کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو ہم اپنے خلاف رائے عامہ کی شدت کو کسی حد تک کم کرسکتے تھے ، لیکن ہم تو ماسکو جو کچھ افغانستان کے بارے میں کہتا ہے اس کی حمایت کررہے ہیں ، آئندہ نسل گورباچوف کی تعریف کرسکتی ہے کہ اس نے اپنے پیش رو کی غلطی کو درست کیا ، لیکن نئی دہلی کو معاف نہیں کرسکتی ، جس نے ہمیشہ افغانستان کو روس کی نظر سے دیکھا ہے ۔

اب جبکہ افغانستان میں عبوری حکومت کے قیام کے سوال پر چین روس کی حمایت کررہا ہے ، ہندوستان کا

AsliAhleSunnet.com

موقف اور بھی کمزور ہو گیا ہے۔ اسلام آباد اور بیجنگ، دونوں ہر ممکن کوشش کریں گے کہ جو بھی فیصلہ ہو ہندوستان کو اس سے دور رکھا جائے، چین کا صرف تھوڑا سا علاقہ افغانستان کے صوبہ بدخشاں سے لگتا ہے۔ اس علاقہ میں پہاڑیوں کی سرحد ہے، اس چیز نے بیجنگ کے کام کو دشوار بنا دیا ہے، وہ باغیوں کو ہتھیار بھیجنے کے لیے شاہراہ قراقرم کو استعمال کرتا تھا جو اس نے پاکستان میں ہنزہ اور گلگت کے علاقے میں بنا رکھی ہے۔ بیجنگ نے افغانستان میں شعلہ جاوید کے نام سے ماؤ کا حامی ایک گروپ بھی بنا رکھا ہے جو کئی برسوں سے روس کی جانب افغانستان کے جھکاؤ کے خلاف تحریک چلا رہا ہے، چین پاکستان کے کیمپوں میں مقیم افغان باغیوں کو [illegible] مالی امداد بھی دیتا ہے، اس لیے اگر ہندوستان چین کو پاکستان سے دور رکھنے کی کوشش بھی کرے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔

ان حالات میں ہندوستان کا حامی ایران ہو سکتا ہے کہ ایران اس معاملہ میں آزادانہ پالیسی اختیار کرے ہندوستان کی ماسکو سے قربت کے سبب ہو سکتا ہے کہ افغانستان کے کسی قطعی سمجھوتہ کے وقت ہندوستان یہ کوشش کرے کہ ایران کو بھی اتنی ہی اہمیت دی جائے، جتنی کہ چین کے حامی پاکستان کو دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں پاکستان کی طرف سے مختلف قبیلوں کے نمائندہ لویا جرگہ کی تحریک کی حمایت کیا جانا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس جرگے کو پاکستان میں مقیم تیس لاکھ افغان مہاجر منتخب کریں گے اور بعد میں یہی جرگہ افغانستان میں سرکار بنائے گا ...

(بشکریہ دوام نو نمائندہ)

اعلان

جملہ ہمدردان و معاونین جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جناب مولوی معین الدین صاحب سلفی کو جامعہ کا مبلغ مقرر کیا گیا ہے۔ موصوف دعوت و تبلیغ اور جامعہ کا تعاون حاصل کرنے کے لیے ملک کے مختلف مقامات پر بھیجے جا رہے ہیں، لہٰذا تمام معاونین و ہمدردان سے گزارش ہے کہ ان کے ساتھ تعاون فرما کر ماجور و مشکور ہوں۔

ناظم جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، وارانسی۔

AsliAhleSunnet.com

حمد

عتیق اثر

یہ مہر و ماہ و تابشِ انجم عجیب ہے
کوہِ گراں عجیب ہے، قلزم عجیب ہے
یہ ہاؤ ہو و میکدہ و خم عجیب ہے
افلاک پر فرشتوں کا گم صم عجیب ہے
حیراں ہر ایک صاحبِ علم و کمال ہے
قدرت تری عجیب ہے تو بےمثال ہے

دشت و جبل کی گود میں گل پوش وادیاں
طوفانِ غم کہیں تو کہیں پر ہیں شادیاں
میدان کارزار میں فولاد کا ستھو
رنگینیوں میں ڈوبی ہوئی شاہزادیاں
کس درجہ اہتمامِ جلال و جمال ہے
قدرت تری ....

پیدا ہوئے زمین پہ سرکش نئے نئے
تہذیب کی رداؤں میں دلکش نئے نئے
اللہ رے گمرہیِ رہ و رسم زندگی
ظالم سجا کے لایا ہے ترکش نئے نئے
تیرا کرم نہ ہو تو سنبھلنا محال ہے
قدرت تری ....

عزت تمام قصۂ پارینہ ہو گئی
تاریخ اک حکایتِ دیرینہ ہو گئی
ملت جمودِ فکر و عمل کا شکار ہے
اُمت جو عہد ساز تھی نابینا ہو گئی
حکمت تری ورائے گمان و خیال ہے
قدرت تری ....

ہمت نواز حوصلۂ خوب دے ہمیں
راہِ ہدیٰ طریقہ محبوب دے ہمیں
انعام جن کے رتبۂ فکر و عمل پہ ہو
مولا یا زندگی کا وہ اسلوب دے ہمیں
میں ہوں عتیقِ خستہ یہ میرا سوال ہے
قدرت تری عجیب ہے تو بےمثال ہے

AsliAhleSunnet.com

• جوار رحمت میں •

کاکا محمد عمر: موصوف جامعہ دار السلام عمرآباد کے جنرل سکریٹری اور روح رواں تھے - اپنی گہری سوجھ بوجھ اور انتھک جدوجہد سے انھوں نے جامعہ کو تعمیری اور تعلیمی ہر میدان میں بہت آگے بڑھایا - اور ان کے بزرگوں نے اس جامعہ کی تأسیس کے وقت جو خواب دیکھے تھے انھیں تعبیر کا جامہ پہنانے کیلئے اپنی زندگی کی بہترین صلاحیتیں صرف کردیں آپ ۱۸ / اور ۱۹ / مارچ ۱۹۸۸ء کی درمیانی شب کو ریاض (سعودی عرب) کے اسپتال میں رحلت کرگئے - انا للہ وان الیہ راجعون. اللہ سے دعا ہے کی وہ مرحوم کے زلات سے درگذر کرتے ہوئے ان کے حسنات کو قبول فرمائے - اور اپنے بہترین انعامات سے نوازے - آمین.

AsliAhleSunnet.com

JUNE 1988 Vol. VI - No. VI

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

مطبوعات جامعہ سلفیہ

قبروں پر مساجد کی تعمیر

اور

اسلام

تالیف

محدثِ عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی

ترجمہ

محفوظ الرحمٰن فیضی

قیمت Rs. 15/۰۰

Published by: Abdul Auwal Ansari, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama
and Printed at Salafia Press, B. 18/1 G Reori Talab, Varanasi
and Published at B. 18/1 G. Reori Talab, Varanasi.

AsliAhleSunnet.com